"براہینِ قاطعہ"

پس منظر ۔۔۔ مندرجات ۔۔۔ ردِعمل

پیرزادہ عابد حسین شاہ
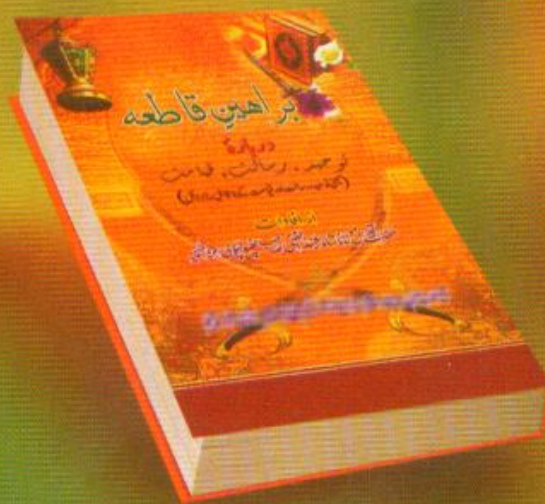
مُسلم کتابوی لاہور

تعارف کتاب

براھین قاطعہ

پس منظر -- مندرجات -- ردّ عمل

تحریر

پیرزادہ عابد حسین شاہ

-----ناشر-----
مسلم کتابوی
گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ لاہور
042-372256065
Email:muslimkitabevi@gmail.com

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا
نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

مؤلف	[illegible]
سال تالیف	۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء
صفحات	88
کمپوزنگ	فیصل ایوب قادری (0345-4007011)
تاریخ اشاعت	۵ فروری ۲۰۱۷ء جمادی الاول ۱۴۳۸ھ
ناشر	مسلم کتابوی لاہور
قیمت	-/100

ملنے کا پتا

مسلم کتابوی گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور

ھدیہ

عارف باللہ، حنفی عالم، مدرس و مربی، مجاہد، مصنف، چشتی سلسلہ کے مرشد کبیر،
حاجی امداد اللہ بن محمد امین فاروقی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲۳۳ھ-۱۳۱۷ھ/۱۸۱۷ء-۱۸۹۹ء) کی نذر

اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
الذی ما وقع ظله علی الأرض قط
اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
الذی لم یقع الذباب علیه قط
اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
الذی لم یحتلم
اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
الذی لم یتثاء ب
اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
الذی لم تھرب منه دابة
اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
الذی ولد مختونا
اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
الذی تنام عیناه ولا ینام قلبه
اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
الذی ینظر وراء ہ کما ینظر أمامه
اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد
الذی کان إذا جلس مع قوم کانت أکتافه ہی الأعلی
والحمد للہ علی ذلک

اس درود شریف کا قلمی نسخہ، قاضی مدینہ منورہ شیخ سید عبد القادر (وفات ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲) بن مفتی مالکیہ مدینہ منورہ شیخ سید احمد حسنی الجزائری (وفات ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء) کے ذخیرہ کتب، مخزونہ مکتبہ شاہ عبد العزیز نزد مسجد نبوی میں محفوظ ہے، جو آپ کے شاگرد شیخ احمد بن عمر بازرعہ مدنی نے کتابت کر کے استاذ کی نذر کیا۔

فہرست عنوانات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

علامہ خلیل احمد انبیٹھوی

علامہ خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے اور علامہ یعقوب نانوتوی و علامہ محمد مظہر نانوتوی و دیگر علماء سے دارالعلوم دیوبند نیز مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں تعلیم حاصل کی۔ عربی ادب لاہور میں مولانا فیض الحسن سہارن پوری سے پڑھا اور علامہ رشید احمد گنگوہی سے بیعت کی۔ پھر مذکورہ بالا دونوں مدارس اور دیگر مقامات پر استاذ رہے۔ ۱۲۹۷ھ کو سفر حج کیا اور مکہ مکرمہ میں عارف باللہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی نیز مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ و شیخ العلماء علامہ سید احمد زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ و محدث حجاز علامہ شیخ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اسناد حاصل کیں۔ بعد ازاں مفتی شافعیہ مدینہ منورہ علامہ سید احمد بن اسماعیل برزنجی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم اسلامیہ میں سند روایت حاصل کی۔ سنن ابی داؤد کی شرح کے علاوہ چند تصنیفات اردو وعربی میں یادگار چھوڑیں اور ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [۱]

علامہ رشید احمد گنگوہی

علامہ خلیل احمد انبیٹھوی کے استاذ و مرشد علامہ رشید احمد گنگوہی ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۸ء کو گنگوہ میں پیدا ہوئے، مولانا محمد بخش رام پوری رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ونحو پڑھی، بعد ازاں دہلی میں مولانا احمد الدین جہلمی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی صدرالدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد سعید دہلوی سے تعلیم پائی۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ علامہ رشید احمد گنگوہی کے اہم خلفاء میں علامہ خلیل احمد سہارن پوری، علامہ محمود حسن دیوبندی، علامہ عبدالرحیم رائے

پوری، علامہ حسین احمد فیض آبادی اور اہم شاگردوں میں علامہ محمد یحییٰ کاندھلوی، علامہ ماجد علی وعلامہ حسین علی کے نام شامل ہیں۔آپ کے شاگرد علامہ محمد یحییٰ کاندھلوی نے جامع ترمذی پر آپ کے دروس کو جمع کیا جو 'الکوکب الداری' نام سے طبع ہوئے۔علامہ گنگوہی نے ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء کو وفات پائی[۲] ان کے جاری کردہ فتاویٰ کتابی صورت میں 'فتاویٰ رشیدیہ'' نام سے طبع ہوئے۔

۱۳۰۲ھ میں علامہ گنگوہی سے مسئلہ دریافت کرنے کے لیے ایک سوال تحریری طور پر کیا گیا جو یہ ہے:

سوال

مجلس مولود میں وقت ذکر پیدائش حضرت ﷺ کے تعظیماً کھڑے ہونے کا رواج اس ملک میں جو ہو رہا ہے، اس کھڑے ہونے کو واجب سمجھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں ہے تو واجب کا فتویٰ دینے والا گنہ گار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس درجہ کا؟

موصوف نے اس کے جواب میں مفصل فتویٰ جاری کیا، جسے 'فتویٰ مولود شریف یعنی مولود معہ دیگر فتاویٰ' نامی کتابچہ میں شامل کر کے مطبع ہاشمی میرٹھ سے طبع کرا کے شائع کیا گیا۔اس فتویٰ کا آخری حصہ مندرجہ ذیل سطور پر مشتمل ہے:

''..........الحاصل قیام وقت ذکر ولادت کی یا یہ وجہ ہے کہ یہ لوگ کسی روایت موضوعہ کو سند جواز کرتے ہیں یا کسی قول یا فعل کسی بزرگ سے متمسک ہوتے ہیں، سو معلوم ہو چکا کہ موضوعات اور اقوال وافعال بزرگان سے ندب وجواز ثابت نہیں ہوتا، جب تک کوئی دلیل شرعی نہ ہووے، تو ایسی صورت میں ہرگز ندب وغیرہ کا ثبوت نہیں اور جو بزعم خود وہ ثابت جان رہے ہیں تو تاہم درصورت واجب ومؤکد جاننے کے بدعت ہو جاوے گا یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک ﷺ کی عالم ارواح سے عالم شہادۃ میں تشریف لائے اس کی تعظیم کو

قیام ہے تو یہ محض حماقت ہے کیوں کہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیے، اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادۂ ولادت کا تو مثل ہنود کے ہے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال مناتے ہیں۔ معاذ اللہ سانگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل ذم وحرام و فسق ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں، ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہے یہ خرافات فرضی بتاتے ہیں اور اس امر کی شرع میں کہیں نظیر ہی نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہ شرع میں حرام ہے، لہٰذا اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا اور موجب تشابہ بکفار یا فساق ٹھہرا، یا یہ وجہ ہے کہ ان مبتدعین کے زعم فاسد میں روح پر فتوح اس مجلس پر اشرار و معاصی اور غیر مشروعات اور مجمع فساق و فجار و محضر بدعات و شرور میں تشریف لاتے ہیں، معاذ اللہ اگر یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب ہیں، تو یہ عقیدہ خود شرک ہے، قرآن میں ہے:

{وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ} [الآیۃ]

{وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ} [الآیۃ]

پس بایں عقیدہ قیام کرنا خود شرک ہو گیا اور جو عالم الغیب نہیں رکھتے مگر دوسری دلیل وصحت تشریف آوری کی ہے تو خوب سمجھ لو کہ باب عقائد میں نص قطعی واجب ہے۔ احاد وظنیات پر عقیدہ کا ثبوت ہر گز نہیں ہو سکتا، چہ جائے کہ ضعاف موضوعات سے، تو باب تشریف آوری میں کون سی روایت قطعی ہے جس پر یہ عقیدہ کیا جاوے۔ تو بس یہ عقیدہ محض اتباع ہویٰ وکید شیطان ہے، ایسی صورت

میں یہ قیام بایں زعم گناہ کبیرہ ہووے گا۔

الحاصل یہ قیام صورت اُولیٰ میں بدعت ومنکر اور صورت دوسری میں حرام وفسق اور تیسری صورت میں کفروشرک، چوتھی صورت میں اتباع ہوا وکبیرہ ہوتا ہے۔

پس کسی وجہ سے مشروع وجائز نہیں، پھر اس کو واجب کہنا صریح مخالفت شارح کی کر کے کافر وفاسق ہوتا ہے۔ نجانا اللہ تعالیٰ منہ و اللہ تعالیٰ اعلم

اور ضمن میں تقریر سے اہلِ فہم کو یہ بھی واضح ہو گیا کہ خود یہ مجلس میلاد ہمارے زمانہ کی بدعت ومنکر ہے اور شرعاً کوئی صورت جواز اس کی نہیں ہو سکتی"۔۔۔[۳]

جیسے ہی یہ فتویٰ شائع ہوا، اس وقت کے ہندوستان بھر کے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے علمی حلقوں میں رنج وملال کی لہر دوڑ گئی اور مختلف اہل علم کی طرف سے یہ فتویٰ دو وجوہ سے قابل مذمت ٹھہرا، جو یہ ہیں:

- اوّل یہ کہ اس میں سوادِ اعظم کے معمول محافل میلاد و قیام کو بدعت منکرہ، حماقت، حرکتِ قبیحہ، حرام وفسق، تشابہ کفار، مجمع فساق وفجار ومحضرِ بدعات وشرور، اتباع ہوئی وکیدِ شیطان، گناہ کبیرہ اور کفر وشرک قرار دیا گیا۔
- دوسری یہ کہ میلاد و قیام کی محافل کو معاذ اللہ، کنھیا کے جنم دن سے تشبیہ دی گئی۔

چناں چہ میرٹھ ہی میں مقیم مولانا عبدالسمیع رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائزہ لینے کے لیے قلم اٹھانے کا فیصلہ کیا۔

مولانا عبدالسمیع رام پوری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شاہ عبدالسمیع بیدل رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء) رام پور منہیاراں (سہارن پور) کے رہنے والے تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر مزید تعلیم کا شوق انھیں دہلی لے گیا، جہاں فارسی وعربی کی تعلیم صہبائی سے حاصل کی اور علم حدیث وتفسیر کے لیے مولانا صدر الدین آزردہ سے رجوع کیا اور جملہ علوم مشرقی پر عبور حاصل کیا۔ آزردہ کی

صحبت میں فن شعر سے رغبت پیدا ہوئی اور غالب جیسے باکمال سے کسبِ فن کیا[۴] مولانا عبدالسمیع نے مولانا احمد علی سہارن پوری، علامہ سعادت علی سہارن پوری، علامہ شیخ محمد اور علامہ قاسم نانوتوی سے بھی کچھ استفادہ کیا اور علوم مروجہ میں درجۂ کمال حاصل کیا[۵] آپ محبوبِ الٰہ حضرت شاہ امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ اور کامل الاحوال تھے[۶] نیز مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے شاگرد تھے۔ مولانا عبدالسمیع خود لکھتے ہیں:

''درس علم عربی کا شروع اور تصحیح عقائدِ اہل سنت کا حصہ میں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا، آپ میرے اساتذہ میں اوّل استاذ ہیں'' ---[۷]

انوار ساطعہ

مولانا عبدالسمیع رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس نام سے کتاب لکھی، جس میں علامہ خلیل احمد کے استاذ علامہ گنگوہی کے مذکورہ بالا فتویٰ کا بطور خاص تعاقب کیا۔ آغاز میں ''سبب تالیف کتاب'' کے تحت مولانا رام پوری لکھتے ہیں:

''عرض کرتا ہے امیدوار فضلِ باری احقر العباد عبدالسمیع انصاری کہ اہلِ اسلام کو اپنی اس حالت نازک پر رونا چاہیے کہ اسلام ایک گلِ پژمردہ کی طرح سموم اختلافات بے جا سے آناً فاناً کملایا چلا آتا ہے اور عناد وفساد ایک تندباد شدید ظلمانی کی طرح ہر طرف سے اٹھا چلا آتا ہے۔ نہ زبانیں سچی، نہ سینے صاف، سیکڑوں مفسدے، ہزاروں اختلاف.........

وہ محفل میلاد جس کو عالم، عامل، محدث، کامل، فقیہ، فاضل، حافظ ابوالخیر سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمیع اطراف وجوانبِ ارض میں اہلِ اسلام پڑھتے ہیں مولد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پاتے اس کے سبب برکات عظیم، اب اس دور میں کوئی آدمی اس کو کفر وشرک کہتا ہے، کوئی بدعت کہتا ہے، نعوذ باللہ منہا.........

۱۳۰۲ھ میں دہلی کے تین غیر مقلد اور علماء دیوبند وگنگوہ وسہارن پور کی حسن

توجہ سے اور مطبع ہاشمی میرٹھ کی سعی سے ایک فتویٰ چار ورق پر چھپ کر اکثر اطراف میں تشہیر کیا گیا، اس کی لوح سرنوشت یہ تھی (فتویٰ مولود وعرس وغیرہ) اس فتویٰ کا یہاں ذکر اس کتاب میں آوے گا.................خلاصہ مضمون اس کا یہ ہے کہ محفل مولد شریف علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام بدعت، ضلالت اور اسی طرح اموات کی فاتحہ جو ہندوستان میں رائج ہے، یہ سب حرام اور رسم بد اور معصیت ہے۔ کچھ دن اس پر نہ گزرے تھے فتویٰ دوسرا چوبیس صفحہ کا اسی مطبع ہاشمی میں چھپ کر مشتہر ہوا، اس کا نام لوح پر یہ لکھا (فتویٰ مولود شریف یعنی مولود معہ دیگر فتاویٰ)...............اس فتویٰ میں زیادہ تر مذمت میلاد شریف کی ہے اور وہ چو ورقہ جو پہلے چھپا تھا پھر دوبارہ اس میں چھپا۔ مجھ سے بعض اخوان طریقت نے بتاکید تمام یہ فرمائش کی کہ اس فتویٰ کے سبب کچے دل کے آدمی تشکیکات میں پڑے جاتے ہیں اور معاندین اس فتویٰ کو جا بجا دکھاتے ہیں اور اس فتویٰ کو پڑھ پڑھ کر اپنے مسلمان بھائیوں کو بے دردی سے چڑاتے ہیں اور فتنہ کی آگ جو اس قسم کی تحریکات نفسانی سے بھڑکتی ہے، بھڑکاتے ہیں۔ اب تم کو چاہیے کہ تم خبر لو اور ایک قول حق افراط وتفریط سے خالی اس باب میں لکھ دو ورنہ عوام جگر خام گردابِ ضلالت میں ڈوب جائیں گے اور پھر کبھی ساحل ہدایت کی طرف خروج نہ پائیں گے۔ تب میں نے یہ رسالہ لکھا اور نام اس کا ''انوار ساطعہ دربیان مولود وفاتحہ'' رکھا''---

مولانا رام پوری رحمۃ اللہ علیہ محافل میلاد وقیام پر کیے جانے والے اعتراضات کے جواب میں قرآن مجید، احادیث نبوی، اقوال سلف صالحین نقل کر کے اس عمل کے خیر وبرکت ہونے پر تفصیل سے لکھنے کے بعد مانعین کی طرف سے اٹھائے گئے بعض شبہات کی طرف متوجہ ہوئے، قولِ گنگوہی تشبیہ جنم کنھیا کے رد میں یوں رقم طراز ہیں:

''واضح ہو کہ اگرچہ ثبوت محفل میلاد شریف راقم نے سلف سے خلف تک کامل طور پر ثابت کر دیا لیکن چوں کہ بعض شبہاتِ مانعین اِدھر اُدھر قلوب مومنین میں وسوسہ اندازی کر رہے ہیں، بنائے علیہ اب ان وساوس و اعتراضات کا جواب قلم بند کرتا ہوں.............اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہر سال محفل کرتے ہیں، یہ مشابہت کرتے ہیں کنھیا کے جنم کی اور نیز اس میں تشبہ ہے نصاریٰ کے بڑے دن کا، نعوذ باللہ من ھذا القول و الاعتقاد۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اگر فقط ہندوستان میں یہ فعل ہوتا تو یہ بات کہہ سکتے تھے کہ مسلمانوں نے ہندؤوں سے یہ بات سیکھ لی، ان کی مشابہت کا قصد کرتے ہیں۔تم اصل حال سن چکے کہ اوّل یہ عمل عراق کے شہر موصل میں ایجاد ہوا، وہ لوگ تو خود کنھیا کو نہیں جانتے کہ کس چیز کا نام ہے اور اس کے جنم کی مشابہت کا قصد کرنا تو درکنار، بھلا اگر ہندوستان کے مسلمان جنم کنھیا کی مشابہت کرتے ہیں تو بیان کرو کہ روم (ترکی) وشام کے مسلمان اور حرمین شریفین کے علماء جو یہ عمل کرتے ہیں وہ کس کی مشابہت کرتے ہیں؟ نعوذ باللہ منہا۔پس خوب سمجھ لو کہ ہم اس عمل میں تابع ہیں دستور و عملِ سلاطینِ روم (ترکی) اور فرماں روایان ملک شام اور ملوک ممالک مغربیہ (مراکش، الجزائر، تیونس، لیبیا) اور اندلس اور مفتیان عرب کے، سلمہم اللہ الی یوم الدین۔اب سمجھنا چاہیے کہ جس طرح جنم کنھیا کی اس میں مشابہت نہیں، اسی طرح نصاریٰ کی مشابہت بھی نہیں۔ اس کی کئی وجہ ہیں، ایک تو یہ کہ اگر خدانخواستہ مسلمان لوگ نصاریٰ کے بڑے دن کو ان کی طرح کے افعال کرنے لگتے تو جو شعار اس قوم کا ہے اس میں شرکت لازم آتی ہے اور مانند ان کے ہو جاتے، اس وقت میں ان پر صادق آتا کہ ''من تشبہ بقوم فھو منھم''، کیوں کہ ''تشبہ'' کے معنی ہیں مانند ہونا

اور یہاں یہ بات تو ہرگز نہیں پھر اعتراض کیسا؟"---

انوارِ ساطعہ کا پہلا ایڈیشن ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء میں ہی طبع ہو کر منظرِ عام پر آ گیا۔ جب یہ مکہ مکرمہ میں مولانا عبد السمیع کے مرشد حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزری تو انھوں نے اس کے مسائل و دلائل کو پسند فرمایا۔[۸]

براھین قاطعہ

جو فتویٰ انوارِ ساطعہ کی تالیف و اشاعت کا سبب بنا تھا، اس کتاب میں اگر ایک طرف میلاد و قیام کے اثبات درج کیے گئے تو دوسری طرف اس فتویٰ کے جاری کرنے والے علامہ گنگوہی کو اس میں استعمال کی جانے والی زبان کے نامناسب ہونے پر توجہ دلائی گئی تھی۔ لیکن فتویٰ کے مندرجات سے رجوع کرنے یا بصورت ثانی اس کی تحریر کو مہذب زبان میں بدلنے کی بجائے انوارِ ساطعہ کے جواب میں "براہینِ قاطعہ" نام کی کتاب تصنیف کی گئی اور مذکورہ بالا متنازعہ فتویٰ کا نہ صرف مکمل متن اس میں شامل کیا گیا بلکہ براہین قاطعہ میں دیگر مقامات پر ایسی تند و تیز زبان استعمال کی گئی کہ یہ کتاب برصغیر کے مسلمانوں میں تفریق و تقسیم اور فکری انتشار کے چند اسباب میں سے اہم سبب ثابت ہوئی۔

براہین قاطعہ ۱۳۰۳ھ میں لکھی گئی اور اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء میں مطبع ہاشمی، میرٹھ سے طبع ہوا جس پر بطور مصنف علامہ خلیل احمد انبیٹھوی کا نام دیا گیا جب کہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ علامہ سید ابوالحسن علی ندوی (متوفی ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں کہ یہ کتاب اصل میں علامہ رشید احمد گنگوہی کی تصنیف ہے۔[۹]

انوارِ ساطعہ---طبع دوم

۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء میں مولانا عبد السمیع میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے انوارِ ساطعہ کے پہلے ایڈیشن پر نظرِ ثانی کی اور اس میں براہین قاطعہ کی بعض عبارات کا رد شامل کیا جو ۱۳۰۷ھ میں مکمل کیا، پھر آپ کی خواہش پر اکابر فضلاء اور مشاہیر علماء نے اس دوسرے ایڈیشن کو تصدیقات

نیز تقریظات سے مزین کیا۔ ان اکابر علماء ہند کی تعداد چوبیس اور اسماء گرامی یہ ہیں:

۱)...... مولانا محمد لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

۲)...... مولانا فیض الحسن سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ

۳)...... مولانا ابو محمد عبدالرحمن غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ

۴)...... مولانا محمد ارشاد حسین رام پوری رحمۃ اللہ علیہ

۵)...... مولانا محمد اعجاز حسین مجددی رحمۃ اللہ علیہ

۶)...... مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۷)...... مولانا محمد عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

۸)...... مولانا عبداللہ قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

۹)...... مولانا سید عماد الدین الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰)...... مولانا وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱)...... مولانا نذیر احمد خان رام پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲)...... مولانا محمد ابوالبرکات غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳)...... مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴)...... مولانا ابوالغنا محمد عبدالمجید فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵)...... تصدیق لسانی، مولانا عبدالحئ فرنگی محلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶)...... مولانا قاضی محمد عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ، بلندہ ضلع فتح پور

۱۷)...... مولانا شاہ محمد عادل کان پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۸)...... مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، مدرس اکبر آباد

۱۹)...... مولانا ابو محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ مؤلف تفسیر حقانی

۲۰)...... مولانا محمد یعقوب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱)......مولانا محمد عبدالحق سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۲)......مولانا ابو محمد صادق علی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

۲۳)......مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

۲۴)......کلمات طیبات، مولانا شاہ امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

الغرض براہین قاطعہ جیسے ہی علماء کی نظروں تک پہنچی تو ہندوستان بھر کے اکابر علماء کرام نے اس کی جن عبارات کو ناپسندیدہ قرار دیا ان عبارات کی تعداد سات ہے اور وہ یہ ہیں:

۱......مسئلہ خلف وعید یا امکان کذب باری تعالیٰ۔ کوئی یوں کہے کہ خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے اس پر طعن کرنا جہالت ہے۔[صفحہ ۶]

۲......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جملہ بنی آدم کے بھائی ہیں۔[صفحہ ۷]

۳......محفل میلاد شریف کرنے والے کنھیا کا جنم کرنے والے ہندوؤں سے بھی بڑھ کر ہیں، وہ تو سال بھر میں ایک بار کرتے ہیں یہ جب چاہتے ہیں خرافات فرضی اور سانگ ولادت کا کر لیتے ہیں۔[صفحہ ۱۵۲]

۴......علماء دیو بند کو علماء حرمین شریفین پر ترجیح ہے۔[صفحہ ۲۳]

۵......فاتحہ خوانی برہمنوں کے اشلوک پڑھنے کا مانند ہے۔

۶......مسئلہ اختلافی بلا ضرورت بھی جائز ہے۔

۷......شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (علم) نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔[صفحہ ۵۵]

جن ایام میں مولانا عبد السمیع رحمۃ اللہ علیہ انوار ساطعہ کا دوسرا ایڈیشن مرتب کر رہے تھے، علامہ خلیل احمد ریاست بہاول پور میں مدرس تعینات تھے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا غلام دستگیر قصوری کے مخلص احباب میں سے تھے اور علمائے اہل سنت کی ان تمام تحریروں پر تائیدی اور تصدیقی مہریں ثبت کرتے تھے، جو اعتقادی مسائل پر سامنے آتیں۔

۱۳۰۰ھ میں علماء اہل سنت اور غیر مقلدین کے درمیان مناظرہ ہوا جس کی کارروائی مولانا غلام دستگیر قصوری نے "ابحاث فرید کوٹ" نام سے مرتب کر کے شائع کی تھی اور اس پر مولوی خلیل احمد صاحب ان تمام مسائل کو تصدیقی مہروں سے مزین فرما چکے تھے جو علماء اہل سنت کے اعتقادی نظریات پر مبنی تھے۔[۱۰]

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) لاہور میں پیدا ہوئے، اپنے ماموں مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی اور سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ اپنے ماموں زاد بھائی مولانا عبدالرسول قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دینی استفادہ کیا۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے شعبہ تبلیغ واشاعت سے وابستہ رہے اور انجمن کے لیے بعض کتابیں تالیف کیں۔ مولانا قصوری بلند پایہ مصنف تھے، انھوں نے اپنی اکثر تالیفات شائع کر کے مفت تقسیم کیں۔ اختر راہی نے آپ کی سترہ تصنیفات کے نام دیے ہیں[۱۱] برصغیر پاک و ہند میں کوئی مناظر مولانا غلام دستگیر قصوری کا ہم سر نہ تھا[۱۲] برصغیر کے علماء اہل سنت میں سے مولانا قصوری پہلے عالم ہیں جنھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل دعاوی پر قلم اٹھایا اور اس خطہ پر بسنے والے تمام مکاتب فکر میں پہلے عالم ہیں جنھوں نے مرزا قادیانی کی پہلی متنازعہ کتاب 'براہین احمدیہ' کے چند اجزاء شائع ہوتے ہی اس سے مرزا کے دعاوی اخذ کر کے ان کا عربی ترجمہ کیا اور علماء حرمین شریفین کی خدمت میں روانہ کیں، جس کے نتیجہ میں علماء حرمین شریفین نے پہلی بار قادیانی کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔

مناظرہ بہاول پور

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ خود لکھتے ہیں کہ خلیل احمد براہین قاطعہ کا مؤلف مدرسہ

عربیہ ریاست بہاول پور میں اوّل مدرس اور اکابر علما میں سے تھا۔ فقیر کاتب الحروف بھی اس سے محبت للّٰہی رکھتا تھا کیوں کہ اسے علمائے اہل سنت سے خیال کرتا تھا۔ مگر جب فقیر کاتب الحروف ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ میں بغرض تحسین امور دین، ریاست مذکور میں وارد ہوا اور رسالہ براہین قاطعہ دیکھا تو وہ مدت کی محبت سخت عداوت سے مبدل ہو گئی............ پس فقیر نے براہین کو دیکھ کر بعض اعیان ریاست بہاول پور کو اس کے مضامین کی قباحت پر مطلع کیا اور یہ خبر والئ ریاست .... تک پہنچی اور تجویز ہوئی کہ حضرت صاحب چاچڑاں شریف یعنی ان کے مرشد حاجی صاحب شیخ المشائخ مولانا شیخ غلام فرید صاحب سلمہ اللہ الحمید جب سفر اجمیر شریف سے واپس تشریف لائیں تو انھیں حَکَم بنایا جائے اور ان کے روبرو براہین کے مطالب کی تحقیق کے واسطے مناظرہ ہو............ پھر ابتدائے رمضان مبارک میں حسب الطلب مناظرہ کے لیے فقیر ریاست بہاول پور میں وارد ہوا اور خلیل احمد جو رخصت پر تھا، اپنے ہم مشرب علماء کو لے کر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بہاول پور میں وارد ہوا جن کے نام یہ ہیں:

۱)...... مولوی محمود حسن مدرس مدرسہ دیوبند

۲)...... مولوی صدیق احمد مقیم ریاست مالیر کوٹلہ

۳)...... مولوی محمد مراد قاضی پور

۴)...... مولوی عبد الحق قاضی پور

۵)...... مولوی جمیعت علی مدرس فارسی بہاول پور

اور حضرات اہل سنت سے:

۱)...... مولوی سلطان محمود تلہیری والے رحمۃ اللہ علیہ

۲)...... مولوی عبد الرشید مدرس مدرسہ صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ

۳)...... مولوی عمر بخش رحمۃ اللہ علیہ

۴)......مولوی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ

۵)......مولوی الٰہ بخش رحمۃ اللہ علیہ

رمضان مبارک میں شدت گرمی کے سبب مجلس مناظرہ کا انعقاد عید سعید کے بعد قرار پایا۔ پس تین شوال کو حضرت صاحب کے مقام فرودگاہ پر اراکین ریاست بہاول پور، جمیع علماء و شرفاء وغیرہم جمع ہوئے تو فقیر راقم الحروف نے محض تائید دین متین کی غرض سے چند اعتراضات، مسائل براہین قاطعہ پر عرض کیے اور اوّل سے آخر تک پڑھ کر سنائے۔

مولانا قصوری مزید رقم طراز ہیں کہ جب مولوی خلیل احمد کے یہ غلل ظاہر ہوئے پھر اس پر مکابرہ اور مجادلہ پر کمر باندھی اور توبہ کی طرف رجوع نہ کیا تو حضرت صاحب سجادہ نشین چاچڑاں نے جو اس مناظرہ میں حَکَم تھے بالاتفاق دوسرے فیصلہ دیا کہ علماء اہل سنت سے خارج ہے، چناں چہ ریاست اسلامیہ بہاول پور سے وہ بہت ذلت سے نکالا گیا۔

تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل

مولانا قصوری نے مناظرہ بہاول پور کی مکمل روداد قلم بند کر کے اس نام سے کتابی صورت دی، ادھر علمائے دیوبند نے بعض اشتہارات میں اپنے ہم خیال عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ نظریات تو محض علمائے برصغیر کے ہاں ہی پائے جاتے ہیں، علمائے حرمین شریفین تو ان کے ہم نوا نہیں [۱۳] جب کہ اس مناظرہ سے محض انیس برس قبل ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء میں مولانا عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجاز مقدس حجاز حاضر ہوئے تو علمائے حرمین شریفین سے خاص محافل میلاد و قیام کے جواز پر فتویٰ کرا کر لائے اور اسے اپنی کتاب ''روضۃ النعیم'' میں شامل کر کے شائع کیا اور اب اسی فتویٰ کا خلاصہ مولانا میرٹھی نے ''انوار ساطعہ'' میں پھر سے شائع کر دیا تھا۔

الغرض ۱۳۰۷ھ میں مولانا غلام دستگیر قصوری ''تقدیس الوکیل'' کا مسودہ ساتھ لے کر عازم بیت اللہ ہوئے تا کہ وہاں کے مشاہیر سے رائے لی جائے۔ آپ جہاز میں

اس کا عربی ترجمہ کرتے رہے۔ حرمین شریفین ان دنوں جلیل القدر علماء کے مساکن تھے، چناں چہ وقت کے جید علمائے دین نے اہل سنت و جماعت کے ان اعتقادی خیالات کی تائید کی جو روئیداد میں مولانا غلام دستگیر نے پیش کیے تھے[۱۴] علمائے حرمین شریفین نے براہین قاطعہ کی تمام متنازعہ عبارات اور مناظرہ بہاول پور کی روداد پر مطلع ہونے کے بعد ''تقدیس الوکیل'' پر تقریظات و تصدیقات لکھیں۔ مولانا غلام دستگیر قصوری ایک ہفتہ کم ایک سال حرمین شریفین مقیم رہنے کے بعد وطن واپس آئے اور اس موضوع پر علماء دیوبند کے مزید دلائل و اعتراضات کے جواب لکھ کر اس کتاب میں شامل کر کے اسے شائع کیا۔

مولانا قصوری نے حرمین شریفین کے عرب علماء کرام میں سے چھ اکابرین سے تقریظات حاصل کیں۔ پھر علامہ خلیل احمد انبیٹھوی اور ان کے ہم خیال حلقہ کے اس وہم کہ عرب علماء کرام ہندوستان کے حالات اور براہین قاطعہ کے مندرجات پر کلی طور پر مطلع نہ تھے، اس لیے یہ تقریظات لکھ دیں، اس کی پیش بندی کے طور پر مکہ مکرمہ میں مقیم مسجد الحرام و مدرسہ صولتیہ سے وابستہ ہندوستان کے بارہ علماء کرام سے تقریظات و تصدیقات حاصل کیں، ان علمائے کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱)...... مفتئ احناف شیخ محمد صالح کمال مکی

رحمة الله تعالى عليه (۱۲۶۳ھ--۱۳۳۲ھ/۱۸۴۷ء--۱۹۱۴ء)

آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، حفظ قرآن مجید و تعلیم کی تکمیل کے بعد مسجد الحرام میں نماز تراویح کے امام، مدرس، حنفی امام، خطیب، جدہ شہر کے جج اور پھر مکہ مکرمہ میں اہم منصب ''مفتئ احناف'' پر تعینات رہے۔ گورنر مکہ عبد المطلب بن غالب آپ سے اکثر امور میں مشورہ لیتے اور قدر کرتے۔ گورنر موصوف نے وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین کا کام شیخ محمد صالح کمال انجام دیں، چناں چہ آپ نے یہ ذمہ داری نبھائی۔ نئے گورنر بھی آپ کے علم و فضل کے معترف رہے۔ طائف شہر کے دو قبائل میں تنازعہ برپا ہوا تو گورنر

نے فریقین کے درمیان مصالحت کے لیے شیخ محمد صالح کمال حنفی کو طائف بھیجا، بعد ازاں اگلے گورنر مکہ سید حسین بن علی ہاشمی کے عہد میں شیخ موصوف کے اعزاز میں عظیم الشان تقریب منعقد کی گئی، جس روز شیخ صالح کمال نے وفات پائی، تو علماء مکہ نے آپ کے جنازہ پر کہا:

''آج فقہ امام ابوحنیفہ اس دنیا سے اٹھ گئی''۔۔۔

شیخ صالح کمال نے مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ سے ان کے دوسرے سفر حج و زیارت کے موقع پر خلافت پائی نیز ان کی دو کتب ''الدولة المكية'' اور ''حسام الحرمين'' پر تقریظات لکھیں۔[۱۵]

۲)...... مفتئ مالکیہ شیخ محمد عابد بن حسین مالکی مکی

رحمة الله تعالى عليه (۱۲۷۵ھ۔۔۱۳۴۱ھ/۱۸۵۹ء۔۔۱۹۲۳ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پر تعلیم مکمل کی، پھر اپنے بھائی شیخ محمد مالکی رحمہ اللہ کی وفات پر ان کی جگہ مفتئ مالکیہ کا منصب سنبھالا۔ آپ مسجد الحرام میں درس دیتے، نیز آپ کا گھر بھی بڑی درس گاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ حق بات کہنے میں جری تھے، گورنر مکہ محمد بن عون کے خلاف جب اہل مکہ نے ایک درخواست خلیفہ عثمانی کو ارسال کی تو شیخ محمد عابد اس پر دستخط کرنے والے علماء میں شامل تھے، جس کے نتیجہ میں گورنر نے ان علماء کو مکہ بدر کر دیا، چناں چہ شیخ محمد عابد مالکی نے کئی سال یمن اور خلیجی ریاستوں میں جلاوطنی میں بسر کیے۔ آپ نے چند کتب تالیف فرمائیں۔ فاضل بریلوی سے خلافت پائی اور ان کی تین کتب پر تقریظات لکھیں۔[۱۶]

۳)...... شیخ العلماء و مفتی شافعیہ شیخ محمد سعید بابصیل مکی

رحمة الله تعالى عليه (۱۲۴۵ھ۔۔۱۳۳۰ھ/۱۸۲۹ء۔۔۱۹۱۲ء)

آپ مسجد الحرام میں مدرس، پھر مفتئ شافعیہ اور شیخ العلماء کے مناصب پر فائز رہے، شیخ الاسلام کے لقب سے معروف ہوئے۔ ۱۳۲۵ھ کو خلافت عثمانیہ اور یمن کے درمیان

اختلافات بڑھ گئے تو امام یمن سے مذاکرات و مصالحت کے لیے ترکوں نے اکابر علماء مکہ پر مشتمل ایک چھ رکنی وفد تشکیل دیا، جو اس مقصد کے لیے یمن کے دارالحکومت صنعاء گیا۔ شیخ محمد سعید باہصیل اس اہم وفد کے اراکین میں شامل تھے۔ آپ نے چند تصنیفات یادگار چھوڑیں۔ [۱۷]

۴)...... **مفتیٔ حنابلہ شیخ خَلَف بن ابراھیم مکی** رحمة الله تعالی علیه

حجازِ مقدس اور نجد کے درمیان علاقہ قصیم کے ایک گاؤں 'الھلالیة' میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے مرکزی شہر عنیزہ میں پائی پھر مکہ مکرمہ آ گئے اور وہاں صاحب السحب الوابلة علی ضرائح الحنابلة، مفتیٔ حنابلہ شیخ محمد بن عبد اللہ حُمید رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء)، سلسلہ سنوسیہ کے سرخیل علامہ سید محمد بن علی سنوسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۵۹ء)، مولانا محمد عابد سندھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء) صاحب تفسیر روح المعانی مفتیٔ بغداد علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء)، شیخ الشافعیہ جامعہ الازہر قاہرہ شیخ ابراہیم سقا مصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء) جیسے اکابر علماء و مشائخ سے استفادہ کیا۔

شیخ خَلَف مسجد الحرام میں حنابلہ کے امام اور پھر ۱۲۹۵ھ میں ''مفتیٔ حنابلہ'' بنائے گئے اور وفات تک اس منصب پر تعینات رہے۔ آپ کے شاگردوں میں مفتیٔ حنابلہ شیخ علی بن محمد بن عبد اللہ حمید رحمہ اللہ اور شیخ عبد الستار دہلوی مکی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء) اہم نام ہیں۔ شیخ خلف رحمہ اللہ نے تقریباً ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ [۱۸]

۵)...... **مفتیٔ احناف شیخ عبد السلام داغستانی**

رحمة الله تعالی علیه (۱۲۶۹ھ--۱۳۲۵ھ/ ۱۸۵۳ء--۱۹۰۷ء)

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر تعلیم مکمل کی اور مسجد نبوی میں مدرس ہوئے، پھر ۱۲۹۴ھ کو مسجد نبوی کے امام و خطیب بنائے گئے اور ۱۳۰۳ھ سے ۱۳۱۹ھ تک مفتیٔ احناف

کے عہدہ پر متمکن رہے۔ آپ کو شاعری سے لگاؤ تھا اور حجاز کے اہم ادباء میں شمار ہوئے۔ آپ کا نعتیہ کلام موجود ہے، نیز مسند امام احمد بن حنبل کی شرح لکھی اور مجموعہ فتاویٰ دو جلدوں میں یادگار چھوڑا۔ کہا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک تھے۔ آپ نے تقدیس الوکیل کے علاوہ فاضل بریلوی کی ''الدولۃ المکیۃ'' و ''حسام الحرمین'' پر تقاریظ لکھیں۔[۱۹]

۶)...... صدر المدرسین مدینہ منورہ علامہ سید محمد علی بن ظاہر وتری حسنی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۲۶۱ھ--۱۳۲۲ھ/ ۱۸۴۵--۱۹۰۴ء)

آپ نے مدینہ منورہ کے علاوہ مکہ مکرمہ کے اکابر علماء کرام سے تعلیم پائی اور محض سترہ برس کی عمر میں تدریس کی اجازت دے دی گئی، بعد ازاں مصر، تیونس، الجزائر، مراکش، بخارا اور سمرقند کے دورے کیے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضر ہوئے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں شیخ عبد الغنی مجددی دہلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پانے کے علاوہ سلاسل تصوف ناصریہ، شاذلیہ، باعلویہ، خلوتیہ، مختاریہ میں کاملین دیگر صوفیہ سے استفادہ کیا۔ مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں آخری آرام گاہ بنی۔ آپ کی قبر پر نصب کتبہ میں درج شعر سے سنہ وفات نکلتا ہے، اس شعر میں انھیں ''امام الحدیث'' کہا گیا۔ آپ کے شاگرد علامہ عبد الحیٔ کتانی مراکشی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) نے قبر پر حاضری دی اور پھر یہ شعر اپنی کتاب میں محفوظ کر لیا۔[۲۰]

۷)...... مولانا بالفضل والکمال اولٰنا مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۲۳۳ھ--۱۳۰۸ھ/ ۱۸۱۸ء--۱۸۹۱ء)

آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ دہلی کے قریب واقع قصبہ کیرانہ میں پیدا ہوئے، تعلیم مکمل کرنے کے بعد تدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ نے ہندوستان ہی نہیں عالم اسلام پر انگریز پادریوں کی تبلیغی سرگرمیوں اور مسلمانوں کے دلوں

میں اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوششوں کو روکنے میں ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ پادری فنڈر سے آپ کا مناظرہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ نیز ردّ عیسائیت پر کتاب ''اظہار الحق'' تصنیف کی، جو اس موضوع پر بے مثل کتاب ثابت ہوئی۔ انگریز حکومت کے خلاف جہاد کے فتوئی پر دستخط کیے، جس پر حکومت نے آپ کی تمام جائیداد ضبط کر کے مقدمہ قائم کیا۔ اس پر آپ ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ پہنچے اور وہاں مسجد الحرام میں حلقہ درس قائم کیا پھر مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی اور اس میں تدریس کا آغاز کیا، چناں چہ یہ مدرسہ چودھویں صدی ہجری کے ابتدائی عشروں میں پورے جزیرۂ عرب کا سب سے اہم مدرسہ ثابت ہوا۔ ترکی کے عثمانی خلیفہ نے علم وفضل کے اعتراف میں ''پایۂ حرمین شریفین'' کا خطاب پیش کیا۔ ہندوستان کے اکابر علماء کرام مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے اپنی تحریروں میں مولانا کیرانوی کی خدمات کو سراہا۔ آپ نے عربی، فارسی اور اردو میں دس سے زائد کتب تصنیف کیں۔ ردّ شیعیت پر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ﷫ کی منفرد کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' کا فارسی سے عربی ترجمہ کیا۔ مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ [۲۱]

۸) مولانا حضرت نور رحمة الله تعالیٰ علیه

مدرس اوّل مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ۔ آپ ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء کے لگ بھگ افغانستان میں پیدا ہوئے، حصولِ تعلیم کے بعد ۱۲۹۱ھ میں مکہ مکرمہ پہنچے اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے مزید علوم حاصل کیے، پھر مسجد الحرام اور مدرسہ صولتیہ میں تدریس شروع کی۔ آپ زاہد و عابد، مقرر، محقق، مدقق اور ماہر تعلیم تھے، خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا، ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ [۲۲]

۹)...... مولانا عبد السبحان رحمة الله تعالیٰ علیه

مدرس دوم مدرسہ صولتیہ

۱۰)...... **مولانا عبداللہ مٹاروی سندھی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تلمیذ و مرید حضرت مولانا شیخ المشائخ الحاج الحافظ محمد عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱)...... **مولانا امام الدین احمد** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شاگرد و مرید حضرت مولانا عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲)...... **حضرت مولانا و بالفضل و الکمال اولٰنا حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۳)...... **مولانا محمد انوار اللہ** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

من مشاہیر علمائے ریاست حیدر آباد و استاذ نظام دکن

۱۴)...... **مولانا نور الدین** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۵)...... **مولانا سیّد حمزہ نقوی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرید حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶)...... **مولانا محمد سعید مطیع** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے بھائی کے پوتے ہیں۔ مولانا محمد سعید ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء کو کیرانہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم پنجاب کے شہر انبالہ میں پائی، آپ کی عمر بارہ برس تھی کہ مولانا رحمت اللہ نے مکہ مکرمہ طلب فرمالیا، چناں چہ ۱۳۰۱ھ میں مکہ مکرمہ پہنچے اور مدرسہ صولتیہ میں تعلیم مکمل کی۔ مولانا رحمت اللہ نے آپ کی شادی اپنی نواسی سے کرائی اور جب مولانا نے وفات پائی تو مولانا محمد سعید مدرسہ صولتیہ کے ناظم مقرر ہوئے۔ ۱۳۱۲ھ میں آپ دار الخلافہ استنبول تشریف لے گئے، جہاں سلطان عبدالحمید کے ہاں شاہی مہمان کے طور پر ٹھہرے اور سلطان نے تمغہ نشان مجیدی پیش کیا۔ آپ کے دور میں مدرسہ صولتیہ نے مزید ترقی کی۔ ۱۳۴۵ھ میں حیدر آباد دکن تشریف لے گئے جہاں نظام اوران کے وزراء نے ہر ممکن پذیرائی کی اور کئی ماہ تک وہاں مقیم رہے۔ مولانا محمد سعید نے

۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء کو کیرانہ میں وفات پائی۔[۲۳]

۱۷)...... **مولانا ابو معظم سید اعظم حسین** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۸)...... **مولانا عصمت علی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ گنگوہی در بارۂ میلاد و قیام اور پھر "براہین قاطعہ" کی اشاعت یعنی ۱۳۰۲ھ سے چند سال قبل ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ مقیم تھے اور وہاں اپنی رہائش گاہ پر تلاوت قرآن مجید کے علاوہ فقہ، تفسیر، توحید اور تصوف کے موضوعات پر درس دینے میں منہمک تھے[۲۴] ادھر ہندوستان میں آپ کے تین خلفاء علامہ رشید احمد گنگوہی، علامہ خلیل احمد انبیٹھوی اور مولانا عبد السمیع رام پوری کے درمیان اعتقادی اختلاف جنم لے چکا تھا اور سوادِ اعظم سے تعلق رکھنے والے دیگر لاتعداد علماء کی مداخلت وکوشش کے باوجود یہ قضیہ ختم ہونے کی بجائے مزید پھیلتا چلا گیا۔ اس قلمی معرکہ کی ابتداء ہی سے فریقین کے دلائل واعتراضات کی تفصیلات حاجی صاحب تک پہنچ رہی تھیں اور اس ضمن میں ان کا مؤقف ساتھ ہی ساتھ سامنے آرہا تھا۔ جیسا کہ "انوار ساطعہ" کے دوسرے ایڈیشن پر اس کے مندرجات کی تائید میں آپ کے کلمات شائع ہوئے۔

اور مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے قیام مکہ مکرمہ کے دوران حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع الاوّل ۱۳۰۸ھ میں دو بار مولانا قصوری کی دعوت فرمائی، آپ سے تبادلہ خیالات کیا اور ہندوستان کے تازہ حالات پر باخبر ہونے کے بعد براہین قاطعہ کی متنازعہ عبارات کی تردید فرماتے ہوئے مولانا قصوری کی حسب ذیل عبارت کی تصدیق فرمائی:

"مجلس مولود شریف مروّجہ عرب وعجم کو کنھیا کے جنم سے مشابہت دینی اور بدعتِ سیئہ وحرام کہنا اور اس مجلس کے قیام کو جو بنظر تعظیم ذکر خیر ورعایت ادب کے مستحسن مانا گیا ہے، حرام بلکہ شرک وکفر لکھ دینا اور فاتحہ ارواح اولیاء وصلحاو سائر مؤمنین

کو برہمنوں کے اشلوک پڑھنے کے مشابہ کہنا سخت قبیح کلمات ہیں، جو امور خیر صدہا سال سے خواص اہلِ اسلام میں جاری ہوں اور بدعات و منکرات سے خالی ہوں اور تشبہ بھی مقصود نہ ہو اور ان کی سند شرعاً بھی موجود ہو، ان کے بارہ میں ایسا لکھنا سخت بے جا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق ادب رفیق فرماوے"۔۔۔[۲۵]

علمائے اہل سنت کی طرف سے کی گئی اب تک کی تمام قلمی کارروائی اور مناظرہ کے باوجود علامہ رشید احمد گنگوہی و علامہ خلیل احمد انبیٹھوی اپنی تحریروں کے درست اور مہذب ہونے پر بضد تھے اور ان کی توضیح کر کے علماء ہند و حرمین شریفین کو مطمئن نہ کر سکے تھے، چناں چہ اب یہ معاملہ براہِ راست حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر کے فیصلہ ان پر چھوڑ دیا گیا۔ جب فریقین کے درمیان اب تک کی تمام اختلافی عبارات و مسائل کو سات سوالات کی صورت میں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے ان کے جوابات قلم بند کیے جو "فیصلہ ہفت مسئلہ" نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ اس کتاب کی اشاعت سے مولانا عبدالسمیع رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم نوا علماء کرام کے مؤقف کی تائید ہوئی۔ فیصلہ ہفت مسئلہ کا پہلا ایڈیشن مکہ مکرمہ سے مولانا محمد سعید کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اہتمام مدرسہ صولتیہ سے شائع ہوا۔ لیکن اسلامیان ہند میں اعتقادی اختلاف ختم کرنے کی یہ کوشش بھی نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکی۔ علامہ رشید احمد گنگوہی و علامہ خلیل احمد اور ان کے متبعین نے حاجی صاحب کا فیصلہ مسترد کر دیا۔

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ دینی علوم اپنے والد مولانا معین الدین نزہت نیز مولانا سید گل محمد کابلی، مولانا شاہ فضل احمد رحمھم اللہ تعالیٰ سے حاصل کیے۔ مولانا شاہ فضل احمد امروہوی سے طب پڑھی، شاہ ابو احمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے نیز ان سے خلافت پائی۔ مزید برآں مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

خلافت عطا کی۔ مولانا مراد آبادی نے درسِ نظامی اور دورہ حدیث کی تکمیل کر کے ۱۳۲۰ھ میں دستار فضیلت حاصل کی۔ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء میں مراد آباد سے ماہ نامہ ''السواد الاعظم'' جاری کیا اور اس میں دو قومی نظریہ کی بھر پور حمایت کی۔ آپ نے اہل سنت کے مختلف طبقات میں اتحاد و اتفاق پیدا کر کے ایک دوسرے کے قریب کیا اور ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء میں بمقام بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کر کے ہندوستان کے پانچ سو مشائخ اور علماء کو ایک مرکز پر جمع کر دیا۔ آپ کے تلامذہ میں مفتی محمد عمر نعیمی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی، مفتی غلام معین الدین نعیمی اور مفتی محمد حسین نعیمی رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے جید علماء و مشائخ کے نام شامل ہیں[۲۶] ڈاکٹر غلام یحییٰ مصباحی نے بنارس یونی ورسٹی سے ''بریلوی علماء کی ادبی خدمات'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور اس میں مولانا مراد آبادی کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی اٹھارہ تصانیف کے نام دیے ہیں، جن میں قرآن کریم کی تفسیر ''خزائن العرفان'' جیسی اہم کتب شامل ہیں[۲۷] مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ نے ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء کو مراد آباد میں وفات پائی۔

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں نہایت جری تھے۔ آپ منشی شوکت علی رام پوری اور سید حبیب صاحب، ایڈیٹر سیاست لاہور کو لے کر مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں مولانا خلیل احمد، مصنف براہین قاطعہ کے پاس پہنچے، ہر چند سمجھایا، آخرت کی دردناک پکڑ سے ڈرایا، بار بار توبہ کا مطالبہ کیا، آخر میں مجبور ہو کر مولوی خلیل احمد نے کہا، ''آپ مجھے کافر نہیں اکفر کہیے، مگر میرے پاس جواب نہیں''۔[۲۸]

''براہین قاطعہ'' ۱۳۰۴ھ میں شائع ہوئی۔ جس پر علماء اہل سنت نے اس کی متنازعہ عبارات کی تردید میں کتب و رسائل قلم بند کیے، مناظرے اور مقدمات کیے نیز علامہ گنگوہی و انبیٹھوی اور ان کے ہم نوا معدودے چند علماء کو بذریعہ خطوط و گفتگو توجہ دلائی کہ یا تو ان

گستاخانہ وفتنہ پرور عبارات کا صحیح محل بیان کیجیے یا پھر توبہ کر کے ان عبارات کو قلم زد کر دیجیے، لیکن یہ صاحبان اس کتاب کے ایک ایک لفظ کو درست قرار دینے پر مُصِر رہے، تا آں کہ ۱۳۲۰ھ میں یعنی اس کتاب کی اشاعت کے سولہ برس بعد اور اس طویل عرصہ میں ہر طرح مفاہمت کی کوششیں کرنے اور ان کا مثبت حل سامنے نہ آنے کے بعد سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے امام مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قضیہ پر شرعی حکم کے اجراء کے لیے علماء حرمین شریفین سے رجوع کرنے کا فیصلہ کیا۔ چناں چہ آپ نے براہین قاطعہ سمیت محکوم ہندوستان میں جنم لینے والے تمام اعتقادی فتنوں کے اہم عقائد اور ان کی قابل اعتراض عبارات کا عربی ترجمہ کیا، تا آں کہ ۱۳۲۳ھ کا سورج طلوع ہوا۔

علامہ رشید احمد گنگوہی کی وفات

اسلامیانِ ہند کے درمیان اختلاف کی بنیاد رکھنے والے یعنی ''براہین قاطعہ'' کے اصل مصنف علامہ رشید احمد گنگوہی نے اس دوران وفات پائی اور آخری سانس تک اس کی عبارات سے رجوع نہیں کیا۔ نیز اپنے فتویٰ بابت میلاد و قیام، جس میں اس عمل کو کنھیا کے جنم دن سے تشبیہ دی تھی، اس فتویٰ میں استعمال کیے گئے الفاظ پر کبھی نظر ثانی واصلاح کی ضرورت محسوس نہیں کی، بلکہ اپنے تئیں اس فتوے کو اسلامی ادب کا شاہکار تصور کرتے رہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس فتویٰ کے جاری کرنے کے بعد علامہ گنگوہی سے دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ محفل میلاد و قیام کے بارے میں جب بھی فتویٰ طلب کیا گیا تو انھوں نے عمر بھر ایسے استفتاء کا مفصل جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور مستفتی کو براہین قاطعہ اور اس میں درج مذکورہ فتویٰ کے مندرجات کے مطالعہ کا مشورہ دینے پر اکتفا کیا۔[۲۹]

مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو صوبہ اتر پردیش کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے جد

امجد مولانا رضا علی خان، والد محترم مولانا نقی علی خان کے علاوہ مولانا مرزا غلام قادر بیگ سے حاصل کی، بعد ازاں مولانا عبد العلی رام پوری اور اپنے مرشد طریقت حضرت شاہ آل رسول مارہروی وحضرت شاہ ابوالحسین نوری مارہروی سے بقیہ علوم وفنون حاصل کیے۔ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کو پہلا سفر حج وزیارت کیا اور مکہ مکرمہ کے علماء شیخ احمد بن زینی دحلان شافعی (متوفی ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء)، شیخ عبد الرحمن سراج حنفی (متوفی ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء) اور شیخ حسین بن صالح جمل اللیل شافعی (متوفی ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء) سے بھی علوم وفنون کی سندات حاصل کیں۔ دوسرا سفرِ حج ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں اختیار کیا، جس میں حرمین شریفین کے متعدد علماء نے آپ سے مختلف علوم وفنون کی سندات حاصل کیں۔ آپ نے سیکڑوں تصانیف وتالیفات وحواشی یادگار چھوڑیں۔ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی نے ان کی خدمات پر ۱۹۷۹ء میں پٹنہ یونی ورسٹی بھارت سے پی ایچ ڈی کی اور اپنے مطبوعہ مقالہ ڈاکٹریٹ میں فاضل بریلوی کی چھ سو چھیاسٹھ کتب وحواشی کی تفصیلات پیش کی ہیں۔ آپ کے مشاہیر تلامذہ میں مولانا عبد السلام جبل پوری، مولانا حسن رضا خان، مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی، مولانا قلندر علی سہروردی اور فاضل بریلوی کے اہم خلفاء میں آپ کے فرزندان کے علاوہ مولانا سید دیدار علی الوری، مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی، مولانا محمد امجد علی اعظمی، مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ عرب وعجم کے بہت سے علماء ومشائخ شامل ہیں۔ فاضل بریلوی نے ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو بریلی میں وفات پائی۔ [۳۰]

حال ہی میں دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کے فارغ التحصیل مولانا مشتاق احمد شاہ نے ''الامام احمد رضا خان و اثرہ فی الفقہ الحنفی'' اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شیخ الحدیث مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری کے فرزند مولانا ممتاز احمد سدیدی نے ''الشیخ احمد رضا خان البریلوی الھندی شاعراً عربیاً'' کے عنوانات سے مقالات لکھ کر

جامعہ الازہر قاہرہ مصر سے ایم فل کی ڈگریاں حاصل کیں۔ علاوہ ازیں جامعہ الازہر کے استاذ پروفیسر حازم عبدالرحیم المحفوظ نے مقالہ بعنوان "محمد احمد رضا خان الحنفی القادری البریلوی شیخ مشائخ التصوف الاسلامی و اعظم شعراء المدیح النبوی فی العصر الحدیث" قلم بند کیا، جو قاہرہ کے ایک اخبار میں شائع ہوا۔[۳۱]

براہین قاطعہ کی جن سات عبارات کو نامناسب ٹھہرایا گیا تھا، ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کے وسعت علم سے متعلق تھی۔ پھر خاص اس عبارت پر بھی دو نوعیت کا اعتراض تھا، اوّل یہ کہ مصنف نے آپ ﷺ کے علم کو شیطان کے علم سے تشبیہ دے کر توہینِ رسالت مآب ﷺ کا ارتکاب کیا تھا (معاذ اللہ) اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کے وسعت علم کا انکار کیا تھا۔ اس عبارت پر وارد دوسرے اعتراض پر فاضل بریلوی کے قلم سے مفصل جواب کی صورت علامہ خلیل احمد انبیٹھوی نے مکہ مکرمہ میں خود پیدا کر دی۔ ۱۳۲۳ھ میں فاضل بریلوی حج و زیارت کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ علامہ انبیٹھوی بھی چند احباب کے ہمراہ ہندوستان سے مکہ مکرمہ پہنچ چکے ہیں اور گورنر مکہ مکرمہ تک رسائی حاصل کر کے براہین قاطعہ کی متنازعہ عبارات کے ضمن میں علماء مکہ مکرمہ اور گورنر کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی تگ ودو میں ہیں۔

معلوم رہے علماء مکہ مکرمہ، فاضل بریلوی کے علم و فضل پر ۱۳۱۶ھ سے آگاہ تھے، جب آپ نے ردّ ندوہ پر اٹھائیس سوال و جواب پر مشتمل فتویٰ "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین" بعض حجاج کے ذریعہ بریلی سے علماء مکہ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور انھوں نے اس پر گراں بہا تقریظات لکھ کر فاضل بریلوی کو بے شمار اعلیٰ درجہ کے کلمات سے یاد کیا۔ یہ فتویٰ مع اردو ترجمہ و تقاریظ ۱۳۱۷ھ کو بمبئی سے شائع ہو چکا تھا[۳۲] چناں چہ مولانا مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا اسماعیل صاحب [۳۲] سے دیگر اکابر مکہ معظمہ کو اعلیٰ حضرت قبلہ

کے تشریف لانے کی اطلاع ہوئی تو یہ لوگ جوق در جوق ملاقات کے لیے آنے لگے تو بعض سے یہ خبر سننے میں آئی کہ خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ وہابیہ بھی آئے ہیں اور انھوں نے شریف صاحب (گورنر مکہ) تک رسائی پیدا کرلی ہے اور مسئلہ علم غیب چھیڑ رکھا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال ناصر السنة، کاسر الفتنہ، سید العلماء المحققین، امام الخطباء المدققین، اعلم علماء مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال مفتیٔ حنفیہ و سابق قاضی مکہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ۲۵/ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو بعد نماز عصر اعلیٰ حضرت قبلہ، کتب خانہ حرم میں تشریف فرما تھے کہ حضرت مفتیٔ حنفیہ تشریف لائے، ان سے سلام مصافحہ ہوئی۔ مفتی صاحب نے اپنی جیب سے ایک پرچہ نکالا، جس میں علم غیب پر پانچ سوالات تھے اور فرمایا یہ سوالات وہابیہ نے شریف صاحب کے ذریعہ سے پیش کیے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے حضرت مولانا سید اسمٰعیل کے بھائی مولانا سید مصطفی سے فرمایا کہ قلم دوات دیجیے۔ حضرت مفتی صاحب و مولانا سید اسمٰعیل صاحب اور جو اکابر اس وقت وہاں تشریف فرما تھے، انھوں نے فرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے، بلکہ ایسا جواب ہو جو دندان شکن ہو، تو اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اس کے لیے کچھ مہلت درکار ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ کل سہ شنبہ ہے پرسوں چہار شنبہ، ہیں تو یہ دو روز اور مجھے جوابات پنج شنبہ کو مل جائیں کہ میں شریف صاحب کے سامنے پیش کر دوں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے سہ شنبہ کو رسالہ تصنیف کرنا شروع کر دیا، جس کا تاریخی نام "الدولة المكية بالمادة الغيبية" ہے۔[۳۴]

الدولة المكية جس کے اب تک پاک و ہند اور ترکی سے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اس کتاب پر علماء حرمین شریفین و بلاد اسلامیہ کے اکابر علماء کرام کی بڑی تعداد نے تقاریظ

لکھیں، جن میں سے اکسٹھ تقریظات طبع ہو چکی ہیں اور ابھی بہت سی غیر مطبوع ہیں۔ اس میں فاضل بریلوی نے علم غیب کی اقسام بیان کیں اور رسول اللہ ﷺ کے وسعت علم کو دلائل و براہین سے ثابت کیا۔ پھر اس پر تقریظات کے توسط سے اس مسئلہ پر ہندوستان سمیت پوری دنیا کے اکابر علماء کرام کا موقف کھل کر سامنے آیا، جو علامہ رشید احمد گنگوہی وعلامہ خلیل احمد انبیٹھوی اور ان کے حواریوں کے افکار و نظریات کے بالکل برعکس تھا۔ الغرض مکہ مکرمہ میں علامہ انبیٹھوی اور ان کے ساتھیوں نے براہین قاطعہ کی عبارات کے پس منظر میں علم غیب کا مسئلہ خود ہی اٹھایا اور جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ''الدولة المکیة'' لکھ کر علماء کی مجلس میں گورنر مکہ کو سنائی اور اس پر علماء نے صاد کیا تو علامہ انبیٹھوی اگلے ہی روز مکہ مکرمہ سے بھاگ کر جدہ میں غائب ہو گئے۔ ''الدولة المکیة'' کی تصنیف کے اسباب نیز علامہ خلیل احمد کے مکہ مکرمہ سے فرار کے واقعات فاضل بریلوی نے خود بیان فرمائے۔[۳۵]

حسام الحرمین

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جب ہندوستان سے حرمین شریفین روانہ ہوئے تو اپنی عربی تصنیف ''المُعتَمَد المُستَنَد'' کا مبیضہ ساتھ لے گئے۔ اس کتاب میں ہندوستان کے مسلمانوں میں پیدا ہونے والے جدید فرقوں کے عقائد، نیز ان کے اکابرین کی غیر محتاط تحریروں کے عربی تراجم شامل کیے تھے۔ اس میں براہین قاطعہ کی دو عبارات، امکان کذب باری تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علم کو تشبیہ دینے متعلق کو شامل کیا۔ اوّل الذکر عبارت کے رد میں کئی سال قبل ایک کتاب ''سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح'' تالیف کر کے طبع کرائی تھی اور اس کے نسخے علامہ گنگوہی وعلامہ انبیٹھوی کو بھجوائے تا کہ وہ اس کا مطالعہ کر کے مقام الوہیت کو جاننے کی کوشش کریں اور براہین قاطعہ میں درج توحید الٰہی کے منافی تحریر کو حذف کرنے کی فکر کریں۔ لیکن ''سبحٰن السبوح'' کی اشاعت پر کئی سال

گزرنے کے باوجود وہ اپنی تحریر پر بدستور قائم رہے، چناں چہ فاضل بریلوی نے یہ ساری تفصیل ''المُعتَمَد المُستَنَد'' میں درج کی، نیز مقام رسالت کے منافی براہین قاطعہ میں وسعت علم سے متعلق تحریر کا عربی ترجمہ بھی شامل کیا۔ فاضل بریلوی نے تقریباً تین ماہ تک مکہ مکرمہ میں قیام کیا اور اس دوران الدولۃ المکیۃ کے علاوہ علماء مکہ کی خواہش پر ایک اور عربی کتاب بنام ''کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم'' تصنیف کی اور علماء مکہ مکرمہ سے ''المُعتَمَد المُستَنَد'' کے مندرجات پر متعدد مجالس میں تبادلۂ خیالات کیا۔ چناں چہ باہم سیر حاصل تحقیق وتفحص کے بعد مکہ مکرمہ اور پھر مدینہ منورہ کے اکابر علماء کرام نے الگ الگ فتویٰ جاری کرتے ہوئے ''المُعتَمَد المُستَنَد'' پر تقریظات لکھیں اور تمام علماء کرام نے ان جدید فرقوں کے عقائد پر براہین قاطعہ وغیرہ کتب کی زیر بحث عبارات کے قائلین کو کافر قرار دیا۔ ان مقرظ علماء حرمین شریفین کی تعداد تینتیس ہے اور یہ تمام تقریظات کتاب کے متن کے ساتھ ''حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین'' نام سے بارہا شائع ہوئیں۔

فاضل بریلوی کے قیام حرمین شریفین کے دوران عالم عرب کے اکابر علماء و مشائخ نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا۔ آپ سے اسناد حاصل کیں، آپ کی کتب پر تقریظات قلم بند کیں، عقائد اسلامیہ کے دفاع میں جو فتاویٰ جاری کیے، ان سے فاضل بریلوی کے مؤقف کی تائید ہوئی، دور جدید میں پیش آنے والے فقہی مسائل پر تبادلہ خیالات کیا اور ''کفل الفقیہ'' جیسی اہم کتاب لکھوائی اور اس کی نقول تیار کر کے محفوظ کیں، جس کا ایک قلمی نسخہ آج بھی مکتبہ مکہ مکرمہ میں زیر نمبر ۳۸ر فتاویٰ موجود ہے۔[۳۶]

علماء حرمین شریفین نے فاضل بریلوی کی خدمات کے اعتراف میں جس بھرپور طریقہ سے انھیں خراج تحسین پیش کیا، اس کی تفصیلات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی نقشبندی نے اپنی کتاب ''فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں'' میں درج کیں ہیں۔ علاوہ ازیں مکہ

مکرمہ کے عالم جلیل، مدرسہ الفلاح کے ناظم اعلیٰ، قاضی مکہ مکرمہ علامہ سید ابوبکر حبشی علوی شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء) نے ''الدلیل المشیر'' نام کی ضخیم کتاب تصنیف کی، جو حال ہی میں مکہ مکرمہ سے شائع ہوئی۔ اس کے مصنف، فاضل بریلوی اور علامہ خلیل احمد کے درمیان ہونے والے اعتقادی مباحث سے بخوبی آگاہ تھے، جیسا کہ ایک مقام پر فاضل بریلوی کا ضمنی طور پر ذکر آیا تو آپ نے لکھا کہ شیخ احمد رضا خان بریلوی، خلیل احمد کے بالمقابل تھے [۳۷] اور دوسرے مقام پر فاضل بریلوی کا ذکر ان الفاظ میں نقل کیا:

مولانا برکة الوجود و زینة الدنیا، تاج العلماء الاعلام، صاحب التالیف الکثیرة، و الفضائل الشہیرة المولوی الحاج احمد رضا خان البریلوی رحمہ اللہ رحمةً واسعةً---[۳۸]

ان الفاظ کا کسی مکی عالم جلیل کے ہاتھوں لکھا جانا اور پھر اس کتاب کا مکہ مکرمہ ہی سے شائع ہونا، اس بات کو جاننے کے لیے کافی ہے کہ اہل مکہ کے عقائد کیا ہیں اور ہندوستان میں برپا ہونے والی اعتقادی جنگ میں ان کی رائے کس فریق کے ساتھ ہے۔

انوار ساطعہ، تقدیس الوکیل اور حسام الحرمین وغیرہ کی اشاعت سے نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب دنیا کے اکابر علماء کرام کی کثیر تعداد کے فتاویٰ سامنے آئے۔ لیکن علامہ خلیل احمد نے اپنے افکار و معتقدات پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اب اس معرکہ میں علامہ حسین احمد فیض آبادی ان کے دست راست بنے اور امت مسلمہ میں افسوس ناک تفریق کا سلسلہ مزید پھیلتا چلا گیا اور اس موضوع پر فریقین کی طرف سے مختلف اوقات میں متعدد کتب سامنے آئیں۔ علامہ خلیل احمد نے ''المہند'' لکھ کر اس قضیہ سے جان چھڑانے کی آخری کوشش کی، لیکن اس میں بھی براہین قاطعہ کی تحریروں کا کوئی محل بیان نہیں کیا۔ علامہ حسین احمد نے ''شہاب ثاقب'' لکھ کر حسام الحرمین میں درج فتاویٰ کی زد میں اپنے ہم خیال حلقہ کو بچانے کی بھرپور کوشش کر ڈالی۔

ادھر علماء اہل سنت کی طرف سے مولانا مفتی محمد اجمل سنبھلی نے ''ردّ شہابِ ثاقب'' لکھ کر حسام الحرمین کی تحریروں کو مزید تقویت دی اور مولانا حشمت علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''رادّ المہند'' اور ''الصوارم الھندیۃ'' لکھ کر حسام الحرمین کی تائید میں سیکڑوں علماء ہند کے فتاویٰ، آخر الذکر کتاب میں محفوظ کر دیے۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''التحقیقات لدفع التلبیسات'' اسی پس منظر میں تصنیف کی۔ غرضیکہ لاتعداد کتب سامنے آئیں اور عرب دنیا میں بھی یہ موضوع عرصہ تک زیر گردش رہا۔

کمال التثقیف والتقویم

۱۹۷۹ء میں انجمن ارشاد المسلمین لاہور نے شہاب ثاقب وغیرہ تین کتب ۵۱۲ رصفحات پر طبع کرا کے یک جا شائع کیں۔ اس پر انجمن کے ناظم اعلیٰ انوار احمد کا تحریر کردہ طویل مقدمہ درج ہے۔ مقدمہ کی ایک ایک سطر حقائق سے کوسوں دور ہے، جیسا کہ ایک مقام پر لکھا ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری نے اپنے اور اپنے اکابر علماء کے عقائد ''المہند'' میں لکھ کر علماء عرب کے سامنے تائید و تصدیق کے لیے پیش کیے تو علامہ برزنجی نے المہند کی تائید میں ایک مستقل کتاب ''کمال التثقیف و التقویم لعوج الافھام عما یجیب لکلام اللہ القدیم'' تالیف فرمائی۔ [۳۹]

کمال التثقیف کے خلاصہ کا قلمی نسخہ اس وقت راقم السطور کے پیش نظر ہے اور اس کے مطالعہ سے جو حقیقت سامنے آئی وہ حسب ذیل ہے:

کتاب کے مصنف علامہ سید احمد برزنجی مدنی رحمۃ اللہ علیہ امکان کذب باری تعالیٰ کے مسئلہ پر لکھتے ہیں کہ جھوٹ وخلف وعید جیسا عیب اللہ تعالیٰ سے منسوب کرنا کفر و الحاد اور فساد فی الدین ہے، علماء کو چاہیے کہ ایسے مسائل پر غور وخوض نہ کریں، ہاں مگر حالت اضطرار میں۔ اس لیے کہ اس مسئلہ کے سمجھنے والے طبقہ علماء میں بھی کم لوگ ہیں۔

علامہ برزنجی کی اس تحریر سے تو فاضل بریلوی کی کتاب ''سبحٰن السبوح'' کے

مندرجات کی تائید ہوتی ہے۔علامہ برزنجی نے یہ کتاب ۱۳۲۹ھ کو مدینہ منورہ میں تالیف کی۔قبل ازیں ۱۳۲۴ھ میں آپ نے فاضل بریلوی کی ''حسام الحرمین'' پر مفصل تقریظ لکھتے ہوئے براہین قاطعہ میں درج امکان کذب باری تعالیٰ کی عبارت کا تعاقب کرتے ہوئے اسے کفر قرار دیا تھا۔

علامہ برزنجی نے قول گنگوہی تشبیہ جنم کنھیا کا کمال التثقیف میں ذکر کرنے کے بعد امام سیوطی، امام تقی الدین سبکی، امام نووی، امام ابن حجر عسقلانی نیز اپنے جد امجد امام جعفر بن حسن برزنجی اور اپنے بڑے بھائی امام جعفر بن اسماعیل برزنجی رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتب کے حوالے سے میلاد و قیام کے جواز پر دلائل درج کیے۔بعد ازاں علامہ احمد برزنجی مزید لکھتے ہیں کہ روح اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو رہا ہو، ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانے پر عقیدہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ حقیقت سے بعید نہیں، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اقدس مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس میں محفوظ اور آپ زندہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کی مثال سورج کی روشنی کی سی ہے، جو مشرق و مغرب تک پہنچتی ہے اور اہل کشف سے بکثرت ثابت ہے کہ انھوں نے حالت بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف زیارت کی سعادت حاصل کی بلکہ آپ سے بلا واسطہ علم و حکمت حاصل کیے۔اور یہ بھی ناممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس مختلف مقامات پر آپ کی یاد میں ہونے والی محافل میں بیک وقت حاضر ہو اور یہ بات اہل ذوق صوفیہ کرام کے ہاں صحیح و مسلم ہے، اس کے ثبوت پر واقعہ معراج پیش کیا جا سکتا ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بیت المقدس میں جمع ہوئے اور پھر مختلف آسمانوں پر آپ کی دوبارہ ملاقات آدم و یحییٰ و عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام وغیرہم انبیاء کرام سے ہوئی اور اسی کے نزدیک تر موت کے فرشتہ کی حقیقت ہے، جو زمین کے مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں بیک وقت فوت ہونے والوں کی روح قبض کرتا ہے اور اس فرشتہ کے ایک ہونے کی دلیل قرآن مجید

میں موجود ہے:

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ---[۴۰]

"کہہ دیجیے کہ تمھیں موت کا فرشتہ فوت کرے گا، جو تم پر مقرر کیا گیا ہے" ---

بعد ازاں علامہ برزنجی نے علامہ رشید احمد گنگوہی و علامہ خلیل احمد سہارن پوری انبیٹھوی کے نام لے کر میلاد و قیام سے متعلق براہین قاطعہ کی عبارت کی مذمت کی اور انھیں خطا کار، احمق و جاہل قرار دیا۔[۴۱]

مفتیٔ شافعیہ علامہ سید احمد بن اسمٰعیل برزنجی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سید احمد بن اسماعیل برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کی علمی خدمات تین صدیوں پر محیط ہیں۔ آپ کے جد اعلیٰ امام سید محمد بن عبد الرسول برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۰۳ھ/ ۱۶۹۱ء) بارہویں صدی ہجری کے مجدد کہلائے۔ علامہ سید عبد الکریم شہید بن محمد برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۳۴ھ/ ۱۷۲۲ء) نے کتاب "النجم الثاقب فی المولد" لکھی۔ علامہ سید حسن بن عبد الکریم برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے النجم الثاقب کو نظم میں ڈھالا، علامہ سید جعفر بن حسن برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۷ھ/ ۱۷۶۴ء) نے "العقد الجوہر فی مولد النبی الازہر" لکھی، جو "مولد برزنجی" کے نام سے مشہور ہوئی، علامہ سید علی بن حسن برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۳۳ھ/ ۱۷۲۱ء) نے "مولد برزنجی" کو منظوم کیا، علامہ سید زین العابدین برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۱۴ھ/ ۱۷۹۹ء) نے مولد برزنجی کو مختصر کر کے صنف نونیہ میں منظوم کیا اور علامہ سید جعفر بن اسماعیل برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) نے مولد برزنجی کی شرح بنام "الکوکب الانور علی عقد الجوہر" لکھی[۴۲] برزنجی علماء کرام نے مختلف ادوار میں عقائد و معمولات اہل سنت بالخصوص محافل میلاد و قیام کے موضوع پر متعدد کتب لکھیں جو مقبول ہوئیں اور ان کے نام یہاں درج کیے گئے، یہ علماء کرام اہل سنت و جماعت کے ائمہ میں شمار ہوئے۔

علامہ سید احمد بن اسماعیل برزنجی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۳ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، وہاں کے علماء کرام کے علاوہ جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی، بعد ازاں اقتصادیات و سیاسیات کے مطالعہ و تعلیم کے لیے فرانس تشریف لے گئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد مسجد نبوی میں مدرس، پھر امام و خطیب اور مفتیٔ شافعیہ ہوئے۔ آپ سلطنت عثمانیہ ترکی کے سیاسی امور میں بھی فعال رہے اور قومی اسمبلی میں مدینہ منورہ کے نائب منتخب ہوئے۔ آپ کو ترکی و فرنچ زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ نیز عربی میں نظم و نثر پر مشتمل دس سے زائد کتب تصنیف فرمائیں، جن میں المناقب الصديقية، مطبوعہ تیونس ۱۳۰۶ھ، مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ، النظم البديع فی مناقب اہل البقيع، فتكة البراض بالتركزی المعترض علی القاضی عياض وغیرہا کتب ہیں۔ آپ پہلی جنگ عظیم کے دوران مدینہ منورہ سے دمشق منتقل ہو گئے اور ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء کو وہیں وفات پائی۔ علامہ خلیل احمد انبیٹھوی نے علامہ احمد برزنجی سے سند روایت حاصل کی۔ [۴۳]

چودھویں صدی ہجری کے تیسرے عشرے کے اختتام پر برصغیر سے تعلق رکھنے والے جو علماء مدینہ منورہ میں مقیم تھے، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

مولانا سید احمد علی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد کریم اللہ پنجابی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابو الرجاء غلام رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی محمد نور قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ضیاء الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ حسین احمد فیض آبادی اور ان کے چھوٹے بھائی علامہ محمود احمد فیض آبادی۔

''الدولة المكية'' پر عرب علماء کرام کی تقریظات کا سلسلہ ۱۳۳۲ھ تک جاری رہا اور اکثر تقریظات مدینہ منورہ میں لکھی گئیں۔ علاوہ ازیں حسام الحرمین کی تالیف کے بعد براہین قاطعہ وغیرہ اختلافی عبارات کا موضوع بھی کئی سال تک مدینہ منورہ میں بطور خاص زیر قلم رہا۔

علامہ حسین احمد فیض آبادی

۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء کو پیدا ہوئے، دارالعلوم دیوبند میں علامہ محمود حسن دیوبندی سے تعلیم پائی، علامہ رشید احمد گنگوہی سے بیعت کی اور ۱۳۱۶ھ میں اپنے والد کے ہمراہ ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ مکہ مکرمہ میں حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ سے استفادہ کیا اور ۱۳۱۸ھ کو واپس ہندوستان آ گئے، پھر ۱۳۲۰ھ میں مدینہ منورہ گئے اور وہاں تدریس سے وابستہ ہوئے، پھر مکہ مکرمہ و طائف سے ہوتے ہوئے ۱۳۳۸ھ کو ہندوستان آ کر علامہ انور شاہ کشمیری کی جگہ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے، نیز جمعیۃ العلماء ہند سے وابستہ ہو کر ہندوستانی سیاست میں فعال ہوئے اور دو قومی نظریہ و تحریک پاکستان کی شدید مخالفت کی، قیام پاکستان کو انگریز کی سازش قرار دیا، ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء کو وفات پائی۔ ان کے تین بھائی علامہ احمد فیض آبادی، علامہ محمود احمد و صدیق احمد مدینہ منورہ مقیم رہے۔[۴۴]

علامہ حسین احمد کے تین کام یادگار ہیں، اوّل یہ کہ براہین قاطعہ و اس قبیل کی دیگر کتب میں درج اختلافی عبارات کے دفاع اور علماء حرمین شریفین کے فتاویٰ سے مزین حسام الحرمین کے ردّ میں کتاب ''شہاب ثاقب'' لکھ کر امت مسلمہ میں تفریق کے اسباب کو مزید تقویت دی۔ اس کتاب میں زبان و بیان کا معیار کیا ہے؟ اس کی تفصیل ''ردّ شہاب ثاقب'' میں درج ہے۔

دوسرا یہ کہ سیاسی میدان میں کانگریس کے معاون خاص بنے۔ دو قومی نظریہ کے خلاف کتاب لکھی اور اس موضوع پر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ کے مقابل صف آراء ہوئے، جس کی تفصیلات سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ کی کتاب ''اقبال کا آخری معرکہ'' میں درج ہیں، جسے چند سال قبل ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا۔

تیسرا کام یہ کہ مسلم لیگ، نیز بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی بھرپور مخالفت کی اور قائداعظم کی ذات پر رکیک حملے کیے، جس کی تفصیلات خواجہ رضی حیدر کی کتاب

"رتی جناح" میں درج ہیں، جو حال ہی میں کراچی سے شائع ہوئی۔

مولانا سید احمد علی قادری رام پوری مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد گرامی کا نام سید بشیر الدین قادری ہے اور سلسلہ نسب وطریقت دونوں جہت سے قادری ہیں۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے، جب کہ اکثر عزیز و اقارب ۱۳۳۱ھ کو شہر شاہ جہان پور کے محلہ جھنڈہ میں رہتے تھے، مولانا سید احمد علی رام پوری اور ان کے دوست مولانا محمد کریم اللہ پنجابی رحمۃ اللہ علیہ نے الدولۃ المکیۃ پر تقریظات اور براہین قاطعہ میں درج قول گنگوہی تشبیہ جنم کنھیا کے بارے میں عرب دنیا کے اکابر علماء کرام کا مؤقف تحریری طور پر جاننے کے لیے بھرپور جہد سے کام لیا۔ ۱۳۲۴ھ میں فاضل بریلوی حرمین شریفین سے وطن واپس آ گئے تو یہ دونوں علماء کرام بذریعہ خطوط فاضل بریلوی سے مستقل رابطہ میں رہے اور مذکورہ موضوعات پر عرب علماء کرام کی تقریظات، فتاویٰ، تصدیقات اور مضامین حاصل کر کے فاضل بریلوی کو ارسال کرتے رہے۔ کتاب "علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام" میں مدینہ منورہ سے فاضل بریلوی کے نام لکھے گئے ان دونوں علماء کرام کے متعدد خطوط شامل ہیں۔ مولانا سید احمد علی رام پوری نے الدولۃ المکیۃ پر تقریظ قلم بند کی۔ دار الکتب مصریہ قاہرہ میں آپ کی عربی تصنیف "رسالۃ فی الاشراف الکیلانیین الحمویین القاطنین فی الھند" کا مخطوط زیر نمبر ۱۳۷۷ر تاریخ موجود ہے، جس کے متعلق خیال ہے کہ یہ بخط مصنف ہے۔ اس کتاب میں سادات گیلانیہ کی ایک شاخ جو ۱۰۸۷ھ سے قبل شاہ جہان آباد دہلی میں آباد ہوئی، اس کے بزرگوں کے حالات و کرامات اور مناقب درج کیے ہیں۔ اس مخطوط میں آپ کا نام یوں درج ہے:

"تالیف سید احمد علی حنفی ہندی رام پوری قادری مدنی بن سید بشیر الدین بن سید عبد اللہ بن سید قطب الدین بن سید درویش بن شہاب الدین احمد بن سید

ابراہیم، رحمہم اللہ تعالیٰ"۔۔۔

مولانا رام پوری "فقیہ حنفی" کہلائے، ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء تک زندہ اور مدینہ منورہ میں موجود تھے۔[۴۵]

مولانا محمد کریم اللہ پنجابی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پنجاب سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے اور مکہ مکرمہ میں مولانا عبدالحق الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کے اہم تلامذہ میں شمار ہوئے۔ مولانا کریم اللہ پنجاب کے عالم وکامل خواجہ شاہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء) کے مرید تھے۔ آپ کے مرشد ایک صاحب بصیرت شخصیت تھے، جیسا کہ ایک مقام پر مولانا سید احمد علی کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہے، جو ان کی وفات کے موقع پر لکھی گئی:

"جناب محبی مولوی محمد کریم اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے پیر ومرشد رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی عالم فاضل، پکے سچے سنی حنفی تھے۔ ملک پنجاب میں ان کی ذات شریفہ سے بہت ہی فیض تھا۔ افسوس صد افسوس! بلکہ ہزار کہ ان کا وصال شریف ہو گیا"۔۔۔[۴۶]

مولانا محمد کریم اللہ نے خدمت اسلام کا جذبہ اپنے پیر ومرشد کی تربیت میں پایا، جیسا کہ خود ان الفاظ میں اقرار کیا:

"بتاریخ ۲۴ رصفر الخیر ۱۳۳۰ھ سیدنا ومرشدنا ومولانا فدائے روحی وقلبی حامی دین، اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین صاحبؒ کا وصال ہو گیا ﴿انا للہ و انا الیہ رٰجعون﴾ حقیر کو صدمۂ عظیم ظاہراً و باطناً حاصل ہوا۔ گویا پنجاب سے قطع تعلق من کان الوجوہ ہو گیا۔ احقر سن صغر میں درزمرۂ متوسلین قبلہ عالم مرحوم شمول ہوا تھا۔ احقر میں جس قدر پاس اہل سنت و جماعت کا ہے، تمام توجہ عالیہ اعلیٰ حضرت مرحوم کی وجہ سے ہے۔ حضرت قبلہ عالم صاحب مرحوم مذاہب

باطلہ و عاطلہ سے بہت مبغض تھے۔ بالخصوص فرقہ ناہنجار کفار شعار دیوبند سے ناخوش تھے اور اس قوم اشرار کے رد میں دائماً مشغول جان و دل تھے۔ مگر ذات باری عزاسمہ مستغنی ہے، یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔ بندہ کی کمر میں اس خبر سے درد پیدا ہو گیا ہے، دعا فرماویں کہ خداوند کریم صبر عطا فرماوے (آمین) اور رضامندی روحانی قبلہ عالم صاحب مرحوم کی نصیب ہووے"۔۔۔[۴۷]

مولانا کریم اللہ عمر بھر مسلک اہل سنت و جماعت کی خدمت میں پیش پیش رہے اور کسی مصلحت، خوف یا منفعت دنیاوی کو پاس نہیں پھٹکنے دیا۔ آپ کے دوست و ساتھی مولانا احمد علی رام پوری آپ کے اخلاص، استقامت اور قناعت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"مولوی محمد کریم اللہ جانباز فی سبیل اللہ تو سخت عسرت سے گزران کرتے ہیں، بسا اوقات ایک ایک ماہ تک گوشت ترکاری خریدنے کا اتفاق نہیں ہوا............ غرضیکہ اس قدر تکلیف اٹھانا اور عسرت سے گزر کرنا اور پھر دین کے کام میں پورے طور مضبوط رہنا اور جان لگا دینا اور عزت و آبرو کی پروا نہ کرنا، مولوی کریم اللہ صاحب کا ہی کام تھا"۔۔۔[۴۸]

اور فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"بیرون باب مجیدی مولانا کریم اللہ رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی رہتے تھے۔ ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں، "حسام الحرمین" و "الدولة المکیة" پر تقریظات میں انھوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی، جزاه الله خيراً كثيراً۔ یہاں بھی اہل علم نے الدولة المکیة کی نقلیں لیں۔ ایک نقل مولانا کریم اللہ نے مزید تقریظات کے لیے اپنے پاس رکھی۔ میرے چلے آنے کے بعد مصر و شام و بغداد مقدس وغیرہا کے علماء موسم میں خاک بوس آستانہ اقدس ہوتے،

جن کا ذرا بھی زیادہ قیام دیکھتے اور موقع پاتے ان کے سامنے کتاب پیش کرتے اور تقریظیں لیتے اور بصیغہ رجسٹری مجھے بھیجتے رہتے رحمة الله عليه رحمةً واسعةً"---[۴۹]

مولانا کریم اللہ نے مدینہ منورہ میں مقیم علامہ خلیل احمد کے ساتھی علامہ حسین احمد فیض آبادی کے افکار پر اہل مدینہ منورہ کو آگاہ کرنے میں بڑی ہمت سے کام لیا اور اس سلسلہ میں عدالت تک کا سامنا کیا۔ آپ ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء تک زندہ اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔[۵۰]

مولانا ابوالرجاء غلام رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر سے تعلق رکھنے والے غلام رسول نام کے دو علماء کرام بیک وقت بغداد میں مقیم رہے، ان میں ایک مولانا غلام رسول ہندی اور دوسرے مولانا ابوالرجاء غلام رسول قادری رحمہما اللہ تعالیٰ ہیں۔ مولانا غلام رسول ہندی ۱۳۱۳ھ میں وطن سے ہجرت کر کے بغداد جا بسے اور مزار سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ملحق مدرسہ کے علاوہ بغداد و کرخ کے مدارس میں مدرس رہے "بغداد فی العشرینات" کے مصنف، عباس بغدادی (ولادت ۱۹۱۳ء) نے مولانا غلام رسول ہندی کو بغداد کے اکابر علماء کرام میں شمار کیا ہے۔ آپ کے شاگردوں میں جمعية العلماء عراق کے پہلے صدر مفتی امجد زھاوی (متوفی ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء) جیسے اہم علماء بغداد شامل ہیں۔ مولانا غلام رسول ہندی نے ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء کو بغداد میں وفات پائی اور حضرت سیدنا معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے احاطۂ مزار میں دفن ہوئے۔[۵۱]

جب کہ مولانا ابوالرجاء غلام رسول قادری مسجد قصاباں صدر کراچی سے وابستہ تھے۔ جو کچھ عرصہ بغداد میں مقیم رہے، وہاں کے اکابر علماء و مشائخ سے استفادہ کیا اور پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے، کچھ عرصہ مدینہ منورہ قیام کیا اور یہ وہی زمانہ تھا جب مدینہ

منورہ میں الدولۃ المکیۃ پر تقریظات کے علاوہ براہین قاطعہ کے مندرجات وہاں حاضر ہونے والے عرب علماء کرام کے سامنے پیش ہو رہے تھے۔ چناں چہ مولانا غلام رسول قادری جتنا عرصہ مدینہ منورہ مقیم رہے مولانا سید احمد علی رام پوری و مولانا محمد کریم اللہ پنجابی کے ساتھ مل کر عرب علماء کرام کو نجی مجالس میں برصغیر میں برپا ہونے والے اس اختلاف کی بنیاد و اسباب کی تفصیلات، نیز اس بارے میں اہل سنت کا موقف پیش کرنے میں شامل رہے۔ مولانا غلام رسول قادری مدینہ منورہ سے کراچی واپس آ گئے تو مولانا کریم اللہ سے مراسلت جاری رہی۔ آپ نے ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء کو کراچی میں ہی وفات پائی، جہاں سولجر بازار میں واقع قادری مسجد کے احاطہ میں مزار مرجع خلائق ہے۔

مولانا محمد بشیر مدنی رحمۃ اللہ

۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ نے شہاب ثاقب کے مصنف مولانا حسین احمد فیض آبادی کے ساتھ اختلافی عبارات پر مراسلت کی اور شہاب ثاقب نیز اس مراسلت میں کیے گئے اعتراضات کے جواب میں اردو میں دو کتب تصنیف کیں، جن میں سے ایک مطبع دبدبہ سکندری میں طبع ہوئی اور دوسری کا مسودہ مکمل ہو چکا تھا کہ وفات پائی، اس پر آپ کے قریبی ساتھی مولانا سید احمد علی رام پوری و مولانا محمد کریم اللہ نے اس کا مبیضہ سید غلام حیدر مقیم مدینہ منورہ سے تیار کرا کے طباعت کے لیے فاضل بریلوی کو ہندوستان روانہ کیا۔ مولانا محمد بشیر رحمۃ اللہ نے امت مسلمہ کو درپیش اس قضیہ کو بذریعہ تحریر سلجھانے کے لیے آخری دم تک اہم خدمات انجام دیں۔ بقول مولانا رام پوری و مولانا پنجابی:

"مولانا محمد بشیر صاحب بہت ہی اہل ہمت ہیں۔ جزاہ اللّٰہ عنا و عن الاسلام خیراً"---[۵۲]

سیوف المسلمین علی الوھابیۃ المردودین

مولانا محمد بشیر رحمہ اللہ نے اس نام سے عربی زبان میں ایک کتاب قول گنگوہی کے ردّ میں مدینہ منورہ میں بیٹھ کر لکھی اور علامہ گنگوہی کے مذکورہ فتویٰ کے مکمل متن کا عربی ترجمہ کر کے اس کے آغاز میں درج کیا۔ پھر اس فتویٰ میں زیر بحث لائے گئے تمام مسائل وعبارات، انعقاد محافل میلاد وقیام، حاضروناظر، علم غیب اور فعل ہنود سے تشبیہ دینے والی عبارت کے الگ الگ عنوان قائم کر کے مذاہب اربعہ سے تعلق رکھنے والے اسلاف واخلاف میں سے لاتعداد اکابرین کی تحقیقات سے استفادہ کرتے ہوئے ان مسائل پر بڑی تفصیل سے لکھا اور انھیں بے غبار کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ انھوں نے یہ کتاب اپنی وفات سے چند ماہ قبل ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ کو مکمل کی اور یہ آپ کی زندگی میں شائع نہیں ہوسکی۔ وفات کے چند ماہ بعد مولانا رام پوری وغیرہ مدینہ منورہ میں مقیم مولانا محمد بشیر کے احباب نے یہ کتاب اپنے مصارف پر طبع کرانے کے لیے بنارس کے موضع رسرا روانہ کی، جیسا کہ مولانا سید احمد علی رام پوری کی حسب ذیل تحریر سے واضح ہے:

”جناب مرحوم ومبرور مولوی بشیر صاحب نے جو کتاب عربی میں ”سیوف المسلمین علی الوہابیۃ المردودین“ لکھی تھی اور ارادہ تھا کہ ملک عرب یا شام، مصر میں طبع کرا کر شائع کرادیں، اس کا انجام ان کی زندگی میں نہیں ہو سکا، بعد ان کی رحلت شریف کے ہم نے اس کو مولوی حافظ نور محمد صاحب کو جو شاگرد وخلیفہ حضرت مولانا وسیدنا جناب مولوی عبد الحق صاحب قبلہ مدظلہ العالی ہیں، جو بنارس کی طرف موضع رسرا میں ساکن ہیں اور وہاں ان کا ذاتی مطبع ہے، برائے طبع بھیج دی ہے اور اس کی مصروف کو توکل علی اللہ اپنے ذمہ لیا ہے۔ مولا تعالیٰ جل شانہ جلد ضرور اس کتاب کو طبع کرا کے شائع کرادے۔ آمین“۔ [۵۳]

یہ اہم کتاب شائع ہوئی یا نہیں، لیکن اس کی چند نقول ضرور تیار کرلی گئیں۔ جیسا کہ اس کا ایک قلمی نسخہ راقم کے پیش نظر ہے، جو مولانا قاضی محمد نور قادری چکوڑوی ﷫ کے ذخیرۂ کتب سے برآمد ہوا۔[۵۴]

مولانا قاضی محمد نور قادری چکوڑوی ﷫

آپ پاکستان کے صوبہ پنجاب میں واقع چکوال شہر سے متصل گاؤں چکوڑہ کے ایک علمی گھرانہ میں پیدا ہوئے اور مقامی علماء کے علاوہ ملحقہ گاؤں اوڈھروال کے اکابر علماء کرام سے تعلیم پائی۔ عربی زبان وادب میں کمال حاصل کیا، نیز پنجابی واردو شاعری پر طبع آزمائی کی۔ آپ وطن سے بغداد روانہ ہوئے اور وہاں مقیم رہ کر اکابر علماء ومشائخ سے استفادہ کیا اور ان سے اسناد حاصل کیں۔ بعدازاں حرمین شریفین حاضر ہوئے اور مکہ مکرمہ میں مولانا عبدالحق الٰہ آبادی ﷫ سے دلائل الخیرات کی اجازت پائی۔ پھر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وہاں پر علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی ﷫ سے علوم اخذ کیے۔ مولانا قاضی محمد نور قادری، مدینہ منورہ میں کافی عرصہ قیام پذیر رہے اور اس دوران مولانا سید احمد علی رام پوری، مولانا محمد کریم اللہ پنجابی اور مولانا ابوالرجاء غلام رسول قادری وغیرہم علماء اہل سنت کے ساتھ مل کر علامہ گنگوہی اور ان کے ساتھیوں کے افکار پر عرب علماء کرام سے تبادلۂ خیالات کے عمل میں شامل رہے۔

مولانا محمد نور مدینہ منورہ سے واپس وطن آئے اور بریلی جاکر مولانا احمد رضا خان بریلوی ﷫ سے سند اجازت پائی۔ آپ نے پنجابی واردو کے علاوہ عربی میں نظم ونثر پر مشتمل دس سے زائد کتب تصنیف کیں۔ بانی دارالعلوم دیوبند علامہ قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس اور علامہ گنگوہی وانبیٹھوی کی تحریروں کے رد میں عربی میں الگ الگ کتب تصنیف کیں۔ آپ نے ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۴ء کو مرض طاعون میں مبتلا ہوکر عین عالم شباب میں وفات پائی اور اوڈھروال کے بڑے قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ کے ذخیرۂ کتب سے

"سیوف المسلمین" کے علاوہ قول گنگوہی وانبیٹھوی کے تعاقب میں متعدد عرب علماء کرام کے جاری کردہ فتاویٰ، مضامین، تقریظات اور تصدیقات مطبوعہ وغیر مطبوعہ دریافت ہوئے، راقم نے اس مضمون کی تیاری میں ان سے مدد لی۔

الفتوة المدراسية

یہ فتویٰ ۱۷ ذوالقعدۃ ۱۳۲۹ھ کو مدینہ منورہ میں مولانا عبدالغفار قادری رحمۃ اللہ علیہ نے جاری کیا، جس کے آخر میں آپ کا نام یوں درج ہے:

السر قاضی المفتی السید شاہ محمد عبد الغفار القادری الحنفی الهندی البجلوری۔۔۔

اور اس فتویٰ میں لکھا کہ ذکر ولادت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیام کرنا علماء کرام کے نزدیک مستحسن ہے، یہ عمل محبت و تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر ہو رہا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر اس مجلس میں حاضر ہوتے ہیں، اس باعث بھی قیام واجب ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور مومن کے لیے یہ سعادت ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا عشر عشیر بھی ادا کر پائے۔ اور قیام کو فعل مجوس وہنود سے مماثلت دینے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب ہوا، اس کے گمراہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔[۵۵]

الفتوة المدنية

میلاد وقیام پر علامہ گنگوہی کے فتویٰ کا عربی ترجمہ جب مدینہ منورہ کے عالم جلیل شیخ طاہر سنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے جواباً جو فتویٰ جاری کیا، اسے "الفتوة المدنية للشيخ طاهر سنبل" کا نام دیا گیا، جس میں آپ نے لکھا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ اجداد کے اوصاف نیز ولادت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کے بیان پر محافل میلاد کا انعقاد روح کی غذا ہے اور ذکر ولادت پر قیام کرنا اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی قوم کو قیام کا حکم دینا احادیث میں مذکور ہے اور جن کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات تخلیق فرمائی، ان کے اس دنیا میں آمد کے ذکر پر قیام کا عمل کیسے ناجائز ٹھہرا؟ ذکر ولادت پر رحمتوں کے نزول اور اس موقع پر دعا کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، لہٰذا اسے ہندوؤں کے معبود، کنھیا کے جنم دن سے کیوں کر تشبیہ دی جاسکتی ہے؟ یہ بات کوئی بھی ذی عقل قبول نہیں کرے گا۔ ہم ایسے کلمات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں، اس کا قائل اس قول سے رجوع کرے وگرنہ کفر کا ڈر ہے۔[۵۶]

معلوم رہے کہ حرمین شریفین میں سنبل خاندان کے علماء کی خدمات تین صدیوں پر محیط ہیں۔ اس میں لاتعداد علماء اپنے دور کے اکابرین میں شمار ہوئے اور شیخ طاہر سنبل نام کے دو علماء ہو گزرے۔ ان میں سے ایک شیخ طاہر سنبل رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں تھے جو محدث کبیر ہوئے اور متعدد کتب تصنیف کیں، انھوں نے ۱۲۱۸ھ/ ۱۸۰۳ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔[۵۷]

جب کہ دوسرے شیخ طاہر سنبل رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے اور یہ فتویٰ انھی نے جاری کیا۔ مدینہ منورہ میں سنبل علماء نے بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لیے مدرسہ قائم کر رکھا تھا جو "كتاب السنبلية" کہلاتا تھا[۵۸] ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء کو گورنر عثمان فرید پاشا کے دور میں مدینہ منورہ میں فساد پھوٹ پڑا اور شہر دو گروہوں میں تقسیم ہو گیا، جس کے نتیجہ میں حکومت نے بیاسی سرکردہ افراد کو طائف کے قلعہ میں مقید کر دیا۔ شیخ طاہر سنبل مدنی ان افراد میں سے ایک تھے[۵۹] ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

مولانا یٰسین احمد خیاری مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد و قیام پر علامہ گنگوہی کے جاری کردہ فتویٰ پر عرب دنیا کے علماء کرام کی رائے جاننے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، وہ سال ہا سال جاری رہا۔ مولانا سید احمد علی رام پوری اور مولانا محمد کریم اللہ پنجابی کی وساطت سے یہ فتویٰ جب علامہ سید یٰسین احمد

خیاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں ایک مفصل مقالہ قلم بند کیا، جس میں لکھتے ہیں کہ حضرت الامام الھمام مولانا احمد رضا خان کی طرف سے علماء حرمین وشام کے سامنے ایک سوال پیش کیا گیا، جس میں میلاد وقیام کے خلاف ہندوستان میں جاری کیے گئے ایک فتویٰ پر ان کی رائے طلب کی گئی۔ علامہ خیاری اس مقالہ میں آگے جا کر اس فتویٰ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں، معلوم رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر پر قیام کرنے کا عمل قرونِ اولیٰ میں نہ تھا، اس لیے کہ وہ عہد حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تھا اور لوگوں کے قلوب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے منور تھے۔ لیکن بعد کے زمانہ میں لوگ دنیا کی محبت میں گم ہوتے گئے تو گناہ اور فتنہ وفساد عام ہوتے گئے اور دلوں میں تاریکی پھیلنے لگی۔ اس صورت حال میں اس دور کے علماء نے اس بات پر اجماع کیا اور بعد میں آنے والے ائمہ نے ان کی اقتداء کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا تذکرہ عام کیا جائے، آپ کے فضائل بیان کیے جائیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی تجدید ہوتی رہے۔ اس لیے کہ جس کا ذکر بکثرت کیا جائے، لامحالہ دل میں اس کی محبت بڑھتی ہے اور سیرت طیبہ کے تذکرہ میں سب سے اعلیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر قیام کرنا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم پر نص صریح موجود ہے اور بے شک یہی ایمان کا درجہ کمال ہے۔

قرونِ اُولیٰ میں کسی چیز کا نہ پایا جانا اس کی ممانعت کے لیے کافی نہیں، اس لیے کہ نوعمر طالب علم کو بھی یہ بات بخوبی معلوم ہوگی کہ علوم کی تدوین، فروع واصول اور عقلیات وغیرہ صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم کے دور میں نہ ہوئی تھی اور یہی حال علم طریقت وحقیقت کا ہے۔ مزید یہ کہ اقوال واعمال کے لیے مخصوص اصطلاحات جو ہمارے درمیان رائج ہیں، یہ بھی شارع علیہ السلام کے دور میں موجود نہ تھیں اور نہ ہی ان کے لیے کوئی نص صریح موجود ہے، لیکن قیام کا منکر ان امور کا انکار نہیں کر سکے گا۔ اندریں صورت حال اب بعض

لوگوں کا قیام کی مخالفت کرنا، اسے حرام قرار دینا، بلکہ اسے بتوں کی پوجا کرنے والوں کے عمل سے تشبیہ دینا، فاسد رائے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو آپ ﷺ کی محبت اور تعظیم کے جذبہ سے مالامال کرے۔[۶۰]

علامہ یٰسین خیاری نے یہ مقالہ ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ کو مدینہ منورہ میں قلم بند کیا، جس کے چند اقتباسات سطور بالا میں درج کیے گئے۔ مولانا سید احمد علی رام پوری و مولانا کریم اللہ پنجابی نے اس مقالہ کا اصل نسخہ جس پر علامہ خیاری کی مہر ثبت تھی، فاضل بریلوی کو ارسال کیا[۶۱] اور چند نقول تیار کر کے پاس رکھ لیں۔

خیاری خاندان مدینہ منورہ میں آباد سادات خاندانوں میں سے ایک ہے، جس کے علم و فضل کی تاریخ مصر و حجاز میں چار صدیوں پر محیط ہے۔ ان کے جد اعلیٰ سید عبدالرحمن خیاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۵۶ھ/ ۱۶۴۶ء) مصر کے گاؤں الخیاریہ سے ۱۰۲۹ھ میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور مسجد نبوی کے خطیب مقرر ہوئے۔ آپ اسلامی دنیا کے مشہور علماء میں سے تھے اور محدث مدینہ کہلائے۔ آپ کے بیٹے علامہ سید ابراہیم خیاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) مشہور عرب سیاح تھے، ان کا سفر نامہ ”رحلۃ الخیاری“ کے نام سے محفوظ ہے۔[۶۲]

اسی گھرانہ میں علامہ سید یٰسین خیاری ۱۲۸۱ رحمۃ اللہ علیہ/ ۱۸۶۴ھ کو مصر کے شہر منصورہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم نیز حفظ قرآن مجید کے بعد جامعہ الازہر قاہرہ میں داخلہ لیا، جہاں اکابر علماء کرام سے تعلیم مکمل کر کے سند پائی۔ چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں مدینہ منورہ آگئے جب وہاں ترکی کے عثمانی سلاطین کی حکمرانی تھی۔ آپ مسجد نبوی میں مدرس تعینات ہوئے، آپ قراءات سبعہ میں کمال رکھتے تھے، لہٰذا جلد ہی شیخ القراء مدینہ منورہ مقرر ہوئے اور خلق کثیر فیض یاب ہوئی۔ عثمانی حکومت کے خاتمہ پر شام چلے گئے اور وہاں چار سال مقیم رہے، پھر اپنے فرزند علامہ سید احمد خیاری رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے عازم مصر

ہوئے اور انھیں جامعہ الازہر قاہرہ میں داخل کرایا، جہاں سے انھوں نے پانچ سال میں تعلیم مکمل کرلی تو ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں آپ اہل خاندان سمیت واپس مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ علامہ سید یٰسین خیاری کبرسنی کے باعث راستہ میں علیل ہوئے اور مدینہ منورہ سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر "المسیجید" نامی گاؤں پہنچے تو وفات پائی اور موضع فریش میں تدفین عمل میں آئی۔ سید انس کتبی نے اپنی کتاب میں قراءات سبعہ میں آپ کی اسناد کا عکس دیا ہے[۶۳] الدولة المكية پر آپ کی تقریظ مطبوع ہے۔

علامہ سید یٰسین خیاری کے فرزند علامہ سید احمد خیاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) بھی اہم علماء مدینہ منورہ میں سے ہوئے اور پچاس سے زائد کتب تصنیف کیں[۶۴] انھوں نے مولانا ضیاء الدین قادری مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) سے خلافت پائی۔

علامہ یٰسین خیاری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے علامہ سید یٰسین خیاری آج کے مدینہ منورہ کی اہم علمی، ادبی، سماجی شخصیات میں سے ہیں اور چند کتب تصنیف کر چکے ہیں۔

ماہ نامہ البیان، طرابلس

علامہ محمد رشید رضا مصری (۱۲۸۲ھ۔ ۱۳۵۴ھ/۱۸۶۵ء۔ ۱۹۳۵ء)

طرابلس شام کے نزدیک ایک گاؤں قلمون میں پیدا ہوئے اور ۱۳۱۵ھ میں مصر ہجرت کر گئے، وہاں شیخ محمد عبدہٗ مصری (۱۲۶۶ھ۔ ۱۳۲۳ھ/ ۱۸۴۹ء۔ ۱۹۰۵ء) کی شاگردی اختیار کی، پھر استاذ کے ساتھ مل کر مصر میں وہابیت کی بنیاد رکھی اور عمر بھر اس کے فروغ میں مگن رہے تا آں کہ قاہرہ میں ہی وفات پائی۔[۶۵]

علامہ رشید رضا کے ساتھی علامہ جمیل عبد القادر عدرہ نے محرم ۱۳۴۰ھ کو طرابلس سے ایک ماہ نامہ "البیان" نام سے جاری کیا۔ شیخ عدرہ ہی اس کے چیف ایڈیٹر اور مینجر تھے۔ رسالہ کے خریدار بنانے کے لیے مختلف حلقوں میں دور دور تک بھاگ دوڑ کی گئی۔ اس ضمن

میں مدینہ منورہ میں مولانا سید احمد علی رام پوری سے بھی اصرار کیا گیا، چناں چہ مولانا رام پوری اس کے خریداروں میں شامل ہوئے۔ آپ کا یہ رابطہ آگے چل کر نتیجہ خیز ثابت ہوا اور مسلک اہل سنت و جماعت کی تائید و تشریح میں دو نہایت اہم تحریریں اس رسالہ میں طبع ہو کر پوری عرب دنیا میں مختلف مکاتب فکر کے مطالعہ میں آئیں اور اہل سنت کے موقف کو تقویت ملی اور مثبت نتائج سامنے آئے۔ یہ دونوں تحریریں براہین قاطعہ میں درج علامہ گنگوہی و علامہ انبیٹھوی کی دو متنازعہ عبارات کے تعاقب میں عرب دنیا کی دو نامور علمی شخصیات کے قلم سے سامنے آئی تھیں۔ ان میں سے ایک علامہ سید یٰسین خیاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا مقالہ تھا، جو ''البیان'' کے شمارہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا۔ اس بارے میں مولانا رام پوری خود فرماتے ہیں:

''اہل مجلہ البیان نے بلا طلب زبردستی ہم کو شریکوں میں داخل کیا اور ہر ماہ نسخہ مجلہ (البیان) کا میرے نام بھیجنا شروع کیا۔ چوں کہ مجلہ البیان والے رشید رضا مصری کی جماعت کے لوگ ہیں، اس لیے میں نے اس سے علیحدہ ہونے کا حیلہ کیا اور حضرت شیخ یاسین الخیاری صاحب دام فضلہ کا رسالہ طبع کے واسطے بھیج دیا اور بعد طبع کے شرکت زر خریداری چند نسخ کی خواست گاری کے۔ الغرض اہل مطبع نے اس طبع میں رسالہ مذکور طبع کیا، جس سے وہابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ کو بہت رنج و ملال اور محبین سلمھم اللہ تعالیٰ کو سرور و نشاط ہوا تھا، و الحمد للہ علیٰ ذٰلک''---[۶۶]

البیان میں اس موضوع پر شائع ہونے والی دوسری تحریر ''الدولۃ المکیۃ'' پر لکھی گئی علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی فلسطینی ثم بیروتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۵ھ- ۱۳۵۰ھ/ ۱۸۴۹ء- ۱۹۳۲ء) کی تقریظ ہے، جو مولانا رام پوری کے تعارفی خط کے ساتھ البیان کے شمارہ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ میں شائع ہوئی اور اب البیان کے ان صفحات کا عکس سال

نامہ معارف رضا، کراچی شمارہ ۱۹۹۴ء نیز کتاب ''علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام'' میں طبع ہوا۔

محدث شام علامہ سید محمد بدرالدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

الاستاذ الکبیر والعلامہ المحدث الشہیر سید محمد بدرالدین حسنی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۷ھ۔۱۳۵۴ھ/ ۱۸۵۱ء۔۱۹۳۵ء) دمشق میں پیدا ہوئے، اپنے والد اور دمشق کے اکابر علماء کرام کے علاوہ جامعہ الازہر قاہرہ میں تعلیم پائی۔ آپ نے پندرہ برس کی عمر میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۲۸۵ھ میں جب کہ عمر سترہ برس تھی، تصنیف وتالیف کا آغاز کیا اور علم مصطلح الحدیث پر اہم کتاب کی شرح بنام ''الدرة البهية بشرح المنظومة البيقونية'' لکھی، جو ۱۲۸۶ھ میں شائع ہوئی اور تیس برس کی عمر تک پچاس سے زائد کتب تصنیف وتالیف کیں، نیز حواشی لکھے۔ جن میں شرح على صحيح البخارى، شرح على الشفاء، شرح على السراجية اور الانوار الجلية فى شرح بردة مديح سيد البرية وغیرہ کتب ہیں۔ جب کہ عمر بھر درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ آپ کو صحیح بخاری ومسلم کی تمام احادیث اسانید سمیت حفظ تھیں۔ نیز راویان حدیث کے خالات، ان کے سنین وفات، ان پر ہونے والی جرح وتعدیل کی تفصیلات بھی حفظ تھیں۔ علاوہ ازیں تفسیر بیضاوی اور مختلف علوم پر بیس ہزار سے زائد اشعار ازبر تھے۔ احادیث کی دیگر اہم کتب پر بھی کمال حاصل تھا، چناں چہ آپ بلا اختلاف ''محدث شام'' تسلیم کیے گئے۔ آپ کے شاگرد ورضاعی بھانجا علامہ سید محمد علی ظبیان جیلانی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء) فرماتے ہیں کہ استاذ مرحوم محدث شام جب طالب علم تھے تو ایک روز خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک آپ کے منہ میں ٹپکایا، چناں چہ اسی دن سے آپ کو فتوحات عظیمہ حاصل ہونے لگیں اور ذہن کو وہ جلا ملی کہ مشکل موضوعات پر ادق کتب کے سمجھنے میں ذرا بھی دقت پیش نہ آتی۔

حضرت محدث شام کا طریقۂ تدریس دو طرح کا تھا، ایک خواص اور دوسرا عوام کے لیے۔ مدرسہ دار الحدیث الاشرفیہ دمشق جس کے قیام پر چھ صدیاں بیت چکی تھیں اور مختلف ادوار میں امام ابوشامہ، امام نواوی، امام زملکانی، امام سبکی، امام ذہبی اور علامہ ابن کثیر اس مدرسہ سے وابستہ رہ چکے تھے، محدث شام اسی مدرسہ کے ایک چھوٹے سے کمرہ میں علائق دنیا سے الگ، عبادت اور تدریس میں مشغول رہتے اور یہیں پر خواص کے لیے حلقۂ درس منعقد کرتے، جس میں علماء و مشائخ نیز باقاعدہ طلبہ کو مختلف علوم و فنون کی دسیوں کتب کا درس دیا کرتے۔ جب کہ دوسری طرح کا حلقۂ درس جامع سادات، جامع سنان پاشا اور جامع اموی میں منعقد کرتے، جس میں عوام، امراء، رؤسا وغیرہ طبقہ کے لوگ شرکت کرتے اور اس میں صحیح بخاری کا درس دیا کرتے۔ اس طرح دن بھر میں تقریباً بارہ حلقات درس منعقد کرتے اور ان میں بیک وقت ہزاروں افراد شرکت کرتے اور آپ ایک ہی وقت میں تدریس کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ اور درود شریف پڑھنے میں مشغول رہتے نیز معمولات میں سے تھا کہ کسی کتاب کے مطالعہ میں منہمک ہوتے، اس دوران تسبیح ہاتھ میں ہوتی اور مطالعہ کے ساتھ ساتھ درود شریف پڑھتے رہتے۔ آپ بلا نزاع دمشق شہر بلکہ شام بھر کے استاذ العلماء تھے۔

آپ سرکاری مناصب اور حکمران طبقہ سے دور رہے، اہل دمشق و شام کے مصائب میں ان کی رہنمائی کرتے، مریدین کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے، آپ عملی صوفی تھے۔ ان کے دور میں شام پر پہلے عثمانی پھر سید فیصل ہاشمی کی حکومت رہی پھر فرانسیسی فوجوں نے قبضہ جما لیا۔ اس دوران پہلی جنگ عظیم برپا ہوئی اور فقر و فاقہ اور اضطراب نے ملک کو گھیرا، لیکن آپ ہر مرحلہ پر اہل وطن کی دل جوئی میں پیش پیش رہے، جب فرانس کے جنرل نے دمشق پر قبضہ کیا تو آپ سے ملاقات کا متمنی ہوا، لیکن آپ نے نہ صرف معذرت کر دی بلکہ اہل وطن کو ٹیکس کی ادائیگی سے روکا اور اپنے دروس میں جہاد کی فرضیت کا

اعلان کیا نیز فرمایا کہ ہر اس شامی پر جہاد فرض عین ہے جو اسلحہ کے استعمال پر قدرت رکھتا ہو، اس دوران مختلف اضلاع کا دورہ کیا اور مجاہدین کے روحانی رہنما کہلائے۔

آپ حج و زیارت کے لیے دو بار ۱۳۱۸ھ اور ۱۳۳۳ھ کو حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ دوسرے حج کے لیے مکہ مکرمہ کا قصد کیا تو حاضری کی خبر آپ سے پہلے وہاں پہنچ چکی تھی۔ ان دنوں سید حسین بن علی ہاشمی، خلیفہ عثمانی کی طرف سے مکہ مکرمہ کے گورنر تھے، انھوں نے اپنے محل میں محدث شام کے قیام کے لیے الگ عمارت مخصوص کر کے اپنے چاروں بیٹوں علی، عبداللہ، فیصل اور زید کو ایک جلوس کے ہمراہ آپ کے استقبال کے لیے مکہ مکرمہ سے باہر دو فرسخ تک روانہ کیا اور جب محدث شام ان شہزادوں کی معیت میں مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو وہاں پر گورنر نے خود استقبال کیا اور اپنے محل میں قیام کی دعوت دی، لیکن آپ نے معذرت کر دی اور مکہ مکرمہ کے سادات کے ہاں قیام کیا۔

یاد رہے یہی سید حسین بن علی ہاشمی (۱۲۷۰ھ-۱۳۵۰ھ/ ۱۸۵۴ء-۱۹۳۱ء) بعد ازاں مملکت ہاشمیہ حجاز کے بانی ہوئے اور ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۴ء تک حجاز کے بادشاہ رہے[۶۷] اور ان کے بیٹے علی (۱۲۹۸ھ-۱۳۵۳ھ/ ۱۸۸۱ء-۱۹۳۵ء) ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۵ء تک مملکت حجاز کے دوسرے و آخری بادشاہ ہوئے[۶۸] دوسرے بیٹے عبداللہ الاوّل (۱۲۹۹ھ-۱۳۷۰ھ/ ۱۸۸۲ء-۱۹۵۱ء) آج کی مملکت ہاشمیہ اردن کے پہلے بادشاہ ہوئے[۶۹] اردن کے موجودہ بادشاہ عبداللہ دوم بن حسین بن طلال بن عبداللہ الاوّل انھی کی نسل سے ہیں اور سید حسین کے تیسرے بیٹے فیصل (۱۳۰۰ھ-۱۳۵۲ھ/ ۱۸۸۳ء-۱۹۳۳ء) پہلے مشرقی اردن و شام اور بعد میں عراق کے بادشاہ ہوئے۔[۷۰]

علامہ سید محمد بدرالدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے معاصرین اور مؤرخین نے جن القاب سے یاد کیا، ان میں سے چند یہ ہیں:

محدث شام فی عصرہ، العلامۃ المرشد الناسک الصالح القدوۃ و

تذکرة السلف و برکة الخلف، محدث الدیار الشامیة الاکبر، استاذ علماء الشام خاصة و شیخهم المعتقد، آیة من آیات الله تعالیٰ، قطب الزمان و مجدد الاوان، نادره من النوادر الربانیة، بدرالدین و شمس الزمان---

برصغیر کے اکابر علماء کرام میں سے متعدد نے محدث شام سے استفادہ کیا، جیسا کہ مولانا ضیاء الدین قادری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے اسناد حاصل کیں۔ حضرت محدث شام نے وفات پائی تو نماز جنازہ جامع اموی، دمشق میں ادا کی گئی، بعد ازاں جلوس کی صورت میں قبرستان روانہ ہوئے تو شدید ازدحام تھا اور تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے میں اڑھائی گھنٹے صرف ہوئے۔ رسم چہلم پر پوری عرب دنیا سے مختلف مکاتب فکر کے اکابرین نے شرکت کی اور خراج تحسین پیش کیا۔ آپ کے حالات و خدمات پر اب تک دمشق سے متعدد کتب چھپ چکی ہیں، جن کے نام یہ ہیں:

۱) الدرر اللؤلؤیة فی النعوت البدریة لخاتمة الحفاظ المحققین و فخر العلماء العاملین سیدنا الشیخ محمد بدر الدین الحسنی، محمود الرنکوسی

۲) عالم الامة و زاہد العصر، شیخ محمد ریاض المالح

۳) المحدث الاکبر شیخ محمد بدر الدین الحسنی، یسریٰ درکزنلی

۴) المحدث الاکبر و امام العصر کما عرفته، علامہ سید محمد صالح فرفور

۵) محدث الشام العلامة السید بدر الدین الحسنی رحمة الله تعالیٰ علیه باقلام تلامذته و عارفیه، شیخ محمد بن عبد اللہ الرشید، طبع اوّل ۱۹۹۸ء، مجموعہ مقالات، تاثرات، مناقب۔[۷۱]

آپ کے دو بیٹے تھے، ایک علامہ سید ابراہیم عصام الدین رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۰۶ھ-۱۳۳۵ھ/ ۱۸۸۸ء- ۱۹۱۶ء) جنھوں نے والد کی زندگی میں وفات پائی[۷۲] اور دوسرے علامہ سید محمد تاج الدین حسنی رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے عرب دنیا کے علمی حلقوں، نیز عالمی

سیاست میں اہم مقام پایا۔

علامہ سید محمد تاج الدین حسنی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سید محمد تاج الدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۰۷ھ- ۱۳۶۲ھ/ ۱۸۹۰ء- ۱۹۴۳ء) نے دینی تعلیم اپنے والد کے علاوہ ان کے اہم شاگردوں شیخ محمود عطار رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکابر علماء دمشق سے حاصل کی۔ ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء کو آپ مدرسہ سلطانیہ دمشق میں مدرس تعینات ہوئے، پھر اصلاح مدارس کمیٹی کے رکن اور عثمانی حکومت کی طرف سے صوبہ شام کی مجلس عمومی کے رکن بنے، ۱۹۱۶ء میں عسکری رسالہ ''الشرق'' کے سرپرست مقرر ہوئے۔ خلافت عثمانیہ کے خاتمہ پر سید فیصل بن حسین ہاشمی کے دور حکمرانی میں مجلس شوریٰ کے رکن، دمشق شہر کے اعلیٰ جج اور اصول فقہ کالج کے استاذ رہے۔ سید فیصل نے عثمانی خلفاء کی طرز پر ایک محکمہ مشیخۃ الاسلام قائم کر کے اس کے جملہ امور علامہ سید تاج الدین حسنی کے ذمہ لگائے، گویا آپ ملک شام کے شیخ الاسلام بنائے گئے۔ جب فرانس نے شام سے فیصل کی حکومت کا خاتمہ کر کے تسلط جمالیا تو شام بھر میں لاقانونیت کی کیفیت ہوگئی۔ اس پر فرانسیسی حکام کسی ایسی شخصیت کا سہارا لینے پر مجبور ہوگئے جو اہل شام میں مقبول ہو۔ چناں چہ علامہ سید محمد تاج الدین حسنی کو وزارت عظمیٰ کا عہدہ پیش کر کے حکومت بنانے کی دعوت دی۔ اس پر آپ نے کافی سوچ بچار کے بعد فرانس کا دورہ کیا اور وہاں کی حکومت و عوام کے شام کے بارے میں آئندہ عزائم پر مطلع ہو کر واپس شام آئے اور وزیر اعظم کا منصب سنبھالا اور فوراً ہی تمام سیاسی قیدی رہا کر دیے اور گزشتہ تین سالہ فرانسیسی دور میں بنائے گئے بعض ظالمانہ قوانین کو منسوخ کیا۔ آپ دو بار ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۱ء تک اور پھر ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۶ء تک شام کے وزیر اعظم رہے اور دوسری بار اس منصب سے مستعفی ہو کر فرانس اور یورپ کے دیگر ممالک کے دورہ پر تشریف لے گئے، جہاں شام کی آزادی کے مسئلہ کو اجاگر کیا۔ کافی عرصہ بعد وطن واپس لوٹے تو ۱۹۴۱ء میں ملک کے صدر بنائے گئے۔ آپ کے دور صدارت میں شام کی آزادی کی تحریک سفارتی سطح پر تیز ہوئی اور بالآخر وہ دن آیا کہ

فرانس، برطانیہ، امریکہ اور عالم عرب کے سرکاری وفود دمشق پہنچے اور آزادی کی دستاویز پر دستخط کیے۔ علامہ سید محمد تاج الدین حسنی نے صدارت کے عہدہ پر ہی وفات پائی [۷۳] آپ کے وصال پر دو برس گزرے تھے کہ ۱۹۴۶ء میں اسی دستاویز کی بنیاد پر ملک، فرانس اور برطانوی اثرات سے پاک ہوا۔

محدث شام علامہ سید محمد بدر الدین حسنی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند علامہ سید محمد تاج الدین حسنی رحمۃ اللہ علیہ کا ان صفحات پر کسی قدر تفصیلی تعارف درج کرنے کی ضرورت اسی لیے پیش آئی کہ عالم عرب کی ان دو اہم شخصیات کا ہمارے موضوع سے گہرا تعلق ہے۔

علامہ سید محمد تاج الدین حسنی ۱۳۳۰ھ کو مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہاں مقیم ہندوستان کے علماء اہل سنت نے آپ کی دعوت کی۔ اس دوران ہندوستان میں برپا ہونے والے اعتقادی فساد پر مطلع کیا نیز فاضل بریلوی کی تصنیف "الدولة المکیة" کی نقل آپ کو پیش کی، علامہ سید محمد تاج الدین نے کثرت کار کے باوجود اس کتاب پر مختصر تقریظ قلم بند کی، جو غیر مطبوعہ صورت میں آج بھی محفوظ ہے۔

براہین قاطعہ کا معاملہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد محدث شام کے سامنے پیش کیا گیا، محدث شام کے مزاج میں انکسار بدرجہ اتم پایا جاتا تھا، آپ کسی کتاب پر تقریظ نہیں لکھتے تھے اور نہ ہی تحریری فتویٰ جاری کرتے، اگر کوئی سائل فتویٰ طلب کرتا تو زبانی جواب پر اکتفا کرتے اور اگر کوئی تحریری جواب پر اصرار کرتا تو یہ کام اپنے کسی شاگرد کے ذمہ کرتے اور وہ جواب لکھ کر سائل کے حوالے کر دیتے۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کے انکسار کا بطورِ خاص ذکر کیا ہے۔ الغرض مولانا سید احمد علی رام پوری نے براہین قاطعہ میں درج میلاد و قیام پر فتویٰ گنگوہی کا ترجمہ مدینہ منورہ سے بذریعہ خط محدث شام کی خدمت میں دمشق ارسال کر کے اس پر جواب طلب کیا۔ مولانا رام پوری کے بار بار اصرار پر آپ نے اس کا جواب لکھنے کے لیے اپنے شاگرد خاص شیخ محمود عطار حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو مامور کیا۔

شیخ محمود عطار حنفی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمود عطار (۱۲۸۴ھ - ۱۳۶۲ھ/ ۱۸۶۷ء - ۱۹۴۴ء) فقیہ، اصولی اور مدرس تھے۔ دمشق میں پیدا ہوئے اور محدث شام کے علاوہ دمشق کے اکابر علماء کرام سے تعلیم مکمل کی۔ پھر مصر کے علماء شیخ الازہر شیخ سلیم بِشری (متوفی ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء) اور مفتیٔ اعظم مصر شیخ محمد بخیت مطیعی حنفی (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) کے علاوہ حجاز مقدس اور ہندوستان کے علماء سے اجازات حاصل کیں۔ آپ چالیس برس تک مدرسہ دارالحدیث سے وابستہ رہے، پہلے وہاں پر تعلیم پائی، پھر محدث شام کے کمرہ سے ملحق تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں کچھ عرصہ اردن کے علاقہ کرک کے مفتی رہے، نیز شریعت سکول دمشق اور جامع اموی میں مدرس رہے مزید برآں مدرسہ فلاح جدہ میں تدریس سے وابستہ رہے، پھر ہندوستان آئے اور مدرسہ فلاح بمبئی میں استاذ تعینات رہے۔ آپ کے شاگردوں میں جمعية رابطة العلماء کے صدر شیخ ابوالخیر میدانی نقشبندی مجددی دمشقی (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء)، مفتی سید ابراہیم غلایینی گیلانی قادری نقشبندی (متوفی ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء)، علامہ فقیہ محمد سعید برہانی شاذلی درقاوی (متوفی ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۷ء)، علامہ سید تاج الدین حسنی، شیخ حسن حبنکہ میدانی بدوی نقشبندی (متوفی ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء)، علامہ فقیہ سید عبدالوہاب دبس وزیت گیلانی نقشبندی (متوفی ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) اور فقیہ و محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حنفی حلبی (متوفی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء) مشاہیر علماء میں سے ہوئے۔

شیخ محمود عطار نے اپنے استاذ محدث شام کے حالات و خدمات پر ایک مفصل مضمون لکھا، جو شیخ محمد عبداللہ الرشید کی کتاب میں شامل ہے۔ [۷۴]

استحباب القیام عند ذکر ولادته علیہ الصلوۃ والسلام

شیخ محمود عطار حنفی نے محدث شام کے حکم پر قول گنگوہی کے تعاقب میں استحباب القیام کے عنوان سے مستقل مقالہ قلم بند کیا، جس میں لکھا:

''مذکورہ فتویٰ درست نہیں، جس کی کئی وجوہات ہیں: اہل سنت و جماعت محافل میلاد میں ذکر ولادت پر قیام کرتے ہیں اور یہ عمل ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا اور اس کو حرام قرار نہیں دے گا مگر مبتدع غالی۔ قیام کرنا مستحب و بدعت حسنہ ہے، جو تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ میں داخل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو حماقت قرار دینے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کا مرتکب ہوا۔ فقہاء کرام نے باب الردۃ میں مسئلہ بیان کیا ہے کہ علم یا علماء کی توہین کرنے والے نے کفر کیا۔ لہٰذا اگر امت محمدیہ کے ایک عالم کی اہانت کفر ہے تو پھر افضل المخلوقات علیہ افضل الصلوات و التسلیمات کا حق تو کہیں بڑھ کر ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ نیز ان کے اصحاب کا مذہب ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کی یا سب و شتم کیا، چاہے اس وقت وہ نشہ میں تھا، اسے بطور حد قتل کیا جائے---

یہ جو لوگوں میں ترک قیام جیسے فتنہ کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں قیام کرنے کو تیار نہیں، تو یہ وہابیہ کا مذہب ہے جو توسل بالانبیاء والاولیاء اور ان کی زیارت و تبرک کے باعث اہل توحید کی تکفیر کرنے میں غلو کی حد تجاوز کر چکے ہیں''---[۷۵]

یہ مقالہ فوری اشاعت کے لیے ماہ نامہ حقائق کو روانہ کیا گیا۔

ماہ نامہ حقائق، دمشق

یہ رسالہ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ کو عالم جلیل، فقیہ علامہ سید عبد القادر اسکندرانی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) نے جاری کیا۔ آپ اسکندریہ میں پیدا ہوئے اور جامع اموی، دمشق میں اکابر علماء کرام سے تعلیم پائی، پھر یہ رسالہ جاری کیا، آپ خود ہی اس کے ایڈیٹر تھے۔ حقائق نے مسلک اہل سنت و جماعت کی کھل کر ترجمانی کی، آپ نے دس

سے زائد کتب تصنیف کیں، جن میں مورد الصفا فی شمائل المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، النفحة الزکیة فی الرد علی شبه الفرقة الوہابیة، مطبوعہ دمشق ۱۳۴۸ھ، الحجة المرضیة فی اثبات الواسطة التی نفتها الوہابیة اور صفوة الخطاب فی الرد علی اعداء الحجاب وغیرہ کتب ہیں[۷۶] علامہ سید عبدالقادر اسکندرانی نے شیخ محمود عطار حنفی کا یہ مقالہ حقائق کے ابتدائی بارہ صفحات پر نمایاں انداز میں شائع کیا۔[۷۷]

استحباب القیام پر تقریظات

حقائق کا یہ شمارہ جیسے ہی مدینہ منورہ پہنچا مولانا سید احمد علی رام پوری و مولانا کریم اللہ نے اس مقالہ کی نقول تیار کر کے اکابر علماء کرام سے تقریظات حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس پر لکھی گئی تقاریظ میں سے تین کے مخطوطات راقم کے پیش نظر ہیں، جن کے مقرظین کے نام یہ ہیں:

۱)......مولانا ہدایت اللہ سندھی قادری رحمۃ اللہ علیہ

۲)......مفتی مالکیہ مولانا سید احمد الجزائری حسنی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

۳)......مولانا سید برہان الدین حیدر آبادی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ہدایت اللہ سندھی قادری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ہدایت اللہ سندھی قادری ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۵ء کو حیدر آباد سندھ کے گاؤں مٹاری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب مولانا عنایت اللہ بن مولانا محمود علی قاضی اور مولانا محمد مٹاروی سے پڑھیں۔ نحو و تفسیر کی بعض کتب مولانا عبدالولی سے اور فقہ و حدیث مولانا محمد ملا کا تیاری سے پڑھیں۔ پھر حجاز مقدس چلے گئے اور مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں مولانا حضرت نور سے ہدایة الفقه اور مولانا عبدالسبحان سے اصول فقہ پڑھی۔ علاوہ ازیں علماء حرمین شریفین، مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، علامہ سید محمد علی بن ظاہر وتری مدنی، علامہ سید محمد سعید بن محمد بن عبدالرحمن مغربی، علامہ سید عبداللہ شافعی

مکی نہاری اور علامہ سید محمد بن سالم بن علوی جمل اللیل سے سند حدیث پائی۔ آپ نے پانچ حج کیے، متعدد رسائل لکھے، جن میں سے چار عربی زبان میں ہیں۔[۷۸]

مولانا ہدایت اللہ ''استحباب القیام'' پر تقریظ میں لکھتے ہیں:

''میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور تعظیم وتکریم کے موضوع پر امام قدوۃ العلماء الاعلام برکۃ الشام مولانا شیخ محمود عطار ذی الفضل المعطار کے اس رسالہ کا مطالعہ کیا، اللہ تعالیٰ انھیں دنیا وآخرت میں جزائے خیر سے نوازے۔ بے شک انھوں نے اس میں سید الکائنات کی تعظیم بیان کرنے کا حق ادا کیا اور محبت وتعظیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے اظہار کے لیے محافل میلاد کے انعقاد کو فعل کفار سے تشبیہ دینے والے کو توبہ کی توفیق ہو، ہم ایسی خرافات سے سید السادات علیہ افضل الصلوٰت کے طفیل اللہ کی پناہ مانگتے ہیں''---

مولانا ہدایت اللہ سندھی نے یہ تقریظ ۹ ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ کو قلم بند کی، جب کہ روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے چھٹی بار مدینہ منورہ حاضر ہوئے تھے۔[۷۹]

مفتیٔ مالکیہ علامہ سید احمد الجزائری حسنی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۲۴ھ کو مدینہ منورہ میں فاضل بریلوی سے ملے اور مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات کے بعد[۸۰] دو تصنیفات الدولة المكية وحسام الحرمین پر تقاریظ لکھ چکے تھے اور ہندوستان کے مذہبی حالات پر باخبر تھے۔ آپ نے استحبابُ القیام کی تقریظ میں لکھا:

''مولانا محمود عطار نے میلاد شریف اور قیام کے مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے، یہ اہل سنت اور اخیار وابرار کا طریقہ ہے، اس تحریر کا انکار نہیں کرے گا مگر محروم، مخذول۔ اور ہندی احمق کا اس بارے میں قول سخت قبیح ہے، مجھے اس کے

سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے"۔۔۔[۸۱]

مولانا سید برہان الدین قادری حیدر آبادی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا پورا نام مولانا سید غلام محمد برہان الدین قادری حیدر آبادی ہے۔ آپ نے عربی میں متعدد کتب تصنیف کیں، ان میں سے "الوسیلة الدارین لمن له الشفاعة الکبریٰ فی الدارین" ۱۳۳۱ھ کو حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی۔ نیز شیخ حسین حلمی ایشیق نے ۱۹۷۷ء کو استنبول سے طبع کرا کے مفت تقسیم کی۔ مولانا سید برہان الدین مدنی قبل ازیں "الدولة المکیة" پر تقریظ لکھ چکے تھے، اب شیخ محمود عطار حنفی کے اس مقالہ پر تقریظ لکھتے ہوئے ان کی مکمل تائید کی۔ آپ نے یہ ۱۵ر صفر ۱۳۳۰ھ کو تحریر کی۔ [۸۲]

❁❁❁❁

محدث شام کے حکم پر قول گنگوہی کے رد میں جو کارروائی عمل میں آئی، مولانا رام پوری و مولانا کریم اللہ اس کی تفصیلات ساتھ ہی ساتھ فاضل بریلوی کو ارسال کرتے رہے، جیسا کہ فاضل بریلوی کے نام مدینہ منورہ سے لکھے گئے چند خطوط میں اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

"دمشق، شام میں شیخ بدرالدین صاحب محدث کا حال تو بہت سے لوگوں سے معلوم ہوا کہ تقریظ وغیرہ نہیں لکھتے، بلکہ فتویٰ بھی نہیں تحریر کرتے، کوئی شخص بالمشافہ سوال کرے تو قولی جواب دیتے ہیں اور گاہے گاہے کسی شاگرد کو کہہ دیتے ہیں کہ فلاں سوال کا جواب لکھ دو، سائل کو بھیج دو، چناں چہ ہم لوگوں نے قول مردود گنگوہی ملعون تشبیہ، محدث صاحب سے بالتکرار سوال بھیج کر جواب طلب کیا تو اپنے تلمیذ خاص حضرت علامہ محمود صاحب عطار کو امر کیا اور انھوں نے رسالہ لکھ کر سال گزشتہ میں دمشق شام مجلہ حقائق میں طبع کرا کر شائع کیا"۔۔۔[۸۳]

دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

''سابق میں ۵ رنسخے مجلہ حقائق کے جس کے ساتھ فتویٰ محمود آفندی طبع ہوا.............ارسال خدمت والا کی ہیں''۔[۸۴]

فاضل بریلوی کے نام ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

''شیخ محمود عطار کے رسالہ پر تین تقریظیں، ایک سید برہان الدین صاحب حیدر آبادی، دوسری قاضی ہدایت اللہ صاحب سندھی، تیسری سید احمد جزائری مفتیٔ مالکیہ کی ہوئی، وہ تینوں بجنسہ مرسل ہیں، اس عریضہ کے ساتھ''۔۔۔[۸۵]

علامہ سید محمد یحییٰ مکتبی حسینی زمتیا دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا رام پوری و مولانا کریم اللہ نے قول گنگوہی کا معاملہ ایک تو بلا واسطہ محدث شام کے سامنے پیش کیا، مزید یہ کہ اسے الگ سے آپ کے شاگرد شیخ محمد یحییٰ مکتبی زیتا ﷫ کے سامنے رکھا۔ اس لیے کہ شیخ یحییٰ قبل ازیں ''الدولۃ المکیۃ'' پر تقریظ لکھ چکے تھے اور اس موضوع پر بخوبی مطلع تھے نیز یہ کہ شیخ محمد یحییٰ، محدث شام کے مزاج شناس و معتمد خاص تھے اور استاذ کی محبت شیخ یحییٰ مکتبی کی رگ و جاں میں بسی ہوئی تھی۔ بہت سے لوگوں کا یہ معمول تھا کہ وہ اہم معاملات میں شیخ یحییٰ سے مشاورت کے بغیر کچھ نہ کرتے۔ اس لیے کہ ان کی نظر میں آپ کا مشورہ دراصل محدث شام کے خیالات و رائے کا ہی اظہار ہوتا۔ لہٰذا خیال تھا کہ اگر محدث شام نے فتویٰ گنگوہی کا تحریری جواب ارسال نہ فرمایا تو اس صورت میں شیخ یحییٰ کے قلم کے توسط سے محدث شام کی رائے معلوم کر لی جائے۔ لیکن ہوا یہ کہ اس حساس اور اہم اختلافی موضوع پر نہ صرف محدث شام کے حکم سے شیخ محمود عطار حنفی کا مذکورہ بالا مقالہ منظر عام پر آیا بلکہ شیخ یحییٰ نے بھی قول گنگوہی کے تعاقب میں مفصل فتویٰ جاری فرما دیا۔

شیخ محمد یحییٰ بن شیخ احمد مکتبی زمتیا حنفی ﷫ (۱۲۹۴ھ - ۱۳۷۸ھ/ ۱۸۷۷ء۔

۱۹۵۸ء) دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ احمد مکتبی زینتا رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے مشہور حنفی فقیہ، عالم باعمل اور عابد وزاہد تھے، ہر سال تین ماہ، رجب، شعبان ورمضان کو معتکف رہتے، آپ ''زنیتا'' کے لقب سے مشہور ہوئے، جس کے معنی عالم متمسک کے ہیں۔ شیخ احمد کے نرینہ اولاد نہیں تھی، حتیٰ کہ سات شادیاں کیں تو ایک روز خواب میں سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے بیٹے کی ولادت کی بشارت دی، نیز یحییٰ نام رکھنے کا حکم فرمایا۔ چناں چہ آپ کے ہاں فرزند پیدا ہوئے اور محمد یحییٰ نام رکھا، جو آگے چل کر دمشق کے اہم عالم دین، مدرس، امام وخطیب اور سماجی شخصیت ہوئے۔ شیخ یحییٰ مکتبی مدرسہ دارالحدیث میں محدث شام کے کمرہ سے ملحق کمرہ میں درس دیتے تھے اور جب وفات پائی تو محدث شام کی قبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔[۸۶]

الفتوة الدمشقية فى الرد على الطائفة الوهابية

یہ عنوان اس فتویٰ کا ہے جو شیخ محمد یحییٰ مکتبی رحمۃ اللہ علیہ نے قول گنگوہی کے رد میں جاری کیا اور اس میں لکھا:

''پوری اسلامی دنیا میں محافل میلاد اور پھر اس دوران ذکر ولادت پر قیام کیا جانا ایک مستحسن عمل ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو، وہاں بخشش اور جہاں انبیاء کرام کا ذکر ہو وہاں رحمت اور جہاں پر اولیاء کا ذکر کیا جائے، وہاں برکت نازل ہوتی ہے۔ محافل میلاد کا انعقاد اور پھر قیام کرنا، فرحت وسرور کا اظہار اور تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہے۔ مفتی الثقلین شیخ الاسلام مولانا علامہ ابوالسعود عمادی تغمدہ اللہ تعالیٰ برحمتہ محافل میلاد کے دوران قیام میں شامل نہ ہونے والے کے کفر پر فتویٰ دیا کرتے، اس لیے کہ قیام کرنا اہل سنت و جماعت کی علامات میں سے ہے اور اس نے مخالفت کی، قیام کرنے سے منع نہیں کرتے مگر خوارج وہابیہ، شیخ الاسلام علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اتباع ابن عبد

الوہاب نجدی ومقتدئی ابن تیمیہ کا ذکر اپنی کتاب کے باب الخوارج میں کیا ہے اور خارجی کا معنی دین سے خارج ہونے کے ہیں۔اس فرقہ کے گمراہ کن احوال جاننے کے لیے سلف وخلف کی کتب موجود ہیں۔جیسا کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی شفاء السقام اور ہمارے زمانہ میں شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی کی کتب نیز علامہ شیخ رضوان العدل مصری الازہری کی روضۃ المحتاجین وغیرہ کتب۔اور اگر کوئی قیام کرنے سے منع کرے پھر اہل سنت و جماعت ہونے کا دعویٰ کرے،تو ہم اس سے بری ہیں،وہ وہابی بدعتی ٹھہرا"۔۔۔

شیخ محمد یحییٰ نے اس فتویٰ میں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات درج کیے۔آخر میں لکھتے ہیں:

"قیام اور انبیاء کرام واولیاء عظام نیز مسلمانوں کی قبور کی زیارت سے منع کرنا یا انبیاء،صحابہ،علماء میں سے کسی کی تنقیص پر گفتگو کرنے والا فاسق،مبتدع، زندیق اور اجماع المسلمین کی مخالفت کرنے والا ہے"۔۔۔

آپ نے یہ فتویٰ ۱۹رذی القعدۃ ۱۳۲۹ھ کو تحریر فرما کر اپنی مہر ثبت کی[۸۷] پھر اسے مولانا رام پوری ومولانا کریم اللہ کے حوالے کیا۔

تصدیقات علی الفتوۃ الدمشقیۃ

شیخ محمد یحییٰ المکتبی کے جاری کردہ اس فتویٰ کو جامعہ الازہر مصر کے بعض اساتذہ کے سامنے پیش کر کے ان کی رائے طلب کی گئی تو ۲رصفر ۱۳۳۰ھ کو جامعہ ازہر کے حسب ذیل سات علماء کرام نے فتویٰ دمشقیہ پر اپنے تصدیقی دستخط ثبت کرتے ہوئے لکھا کہ محافل میلاد میں ذکر ولادت پر قیام کرنے کے مسئلہ میں ہم اہل سنت و جماعت کے ساتھ ہیں اور یہ تعظیم حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہے اور اس سے روکنے والا دنیا وآخرت میں نفع نہیں پائے گا۔جب کہ فتویٰ دمشقیہ میں ادلہ شرعیہ سے قیام ثابت کر دیا گیا ہے۔

۱) شیخ ابراہیم عبدالمعطی السقا شافعی رحمۃ اللہ علیہ،آپ الدولۃ المکیۃ کے مقرظین میں سے ہیں۔

۲) شیخ محمد غنی بذر ؒ

۳) شیخ علی محمد النجار ؒ

۴) شیخ محمد حسین زہران شافعی ؒ

۵) شیخ عبداللہ حاد شافعی ؒ

۶) شیخ ابوالمحاعلی شافعی ؒ

۷) شیخ علی حسین حنفی ؒ [۸۸]

مولانا رام پوری و مولانا کریم اللہ نے فتویٰ دمشقیہ نیز اس پر علمائے جامعہ الازہر کی تصدیقات بذریعہ ڈاک فاضل بریلوی کو ارسال کیں، جیسا کہ ان کے خط کی اس عبارت سے عیاں ہے:

"سید یحییٰ صاحب کا فتویٰ دمشقیہ بجنسہٖ مہری بھی اس عریضہ کے ساتھ مرسل ہے۔ اوّل اس کی نقل حضور کی خدمت میں بھیجی تھی اور احتیاطاً اصل یہاں رکھا تھا، اب کچھ حاجت نہیں ۔۔۔

اور فتویٰ دمشقیہ پر جو علمائے مصر جامعہ الازہر نے تقریظیں لکھیں، وہ حضور کی خدمت میں اوّل بھیج دی تھیں" ۔۔۔[۸۹]

دحض الفضول علی من حظر القیام عند ولادۃ الرسول ﷺ

شیخ محمد قاسمی الحلاق ؒ (متوفی ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء) دمشق کے اکابر علماء میں سے ایک، جامع حسان کے امام وخطیب، مشہور فقیہ اور حق کی خاطر آواز بلند کرنے والے تھے[۹۰] ماہ نامہ حقائق کی دوسری جلد کے شمارہ نمبر گیارہ میں مسئلہ میلاد و قیام پر آپ کا ایک مضمون بعنوان "تحقیق الکلام فی وجوب القیام عند قراءۃ مولد المصطفیٰ و وضع امہ لہ علیہ الصلاۃ و السلام" شائع ہو کر مولانا رام پوری و مولانا کریم اللہ کے مطالعہ میں آیا تو انھوں نے شیخ محمد قاسمی الحلاق دمشقی سے رابطہ کر کے فتویٰ گنگوہی در بارۂ میلاد و قیام ان کے سامنے پیش کیا، جس پر شیخ قاسمی نے قول گنگوہی کے تعاقب میں مقالہ

"دحض الفضول" قلم بند کیا اور اس میں حیات انبیاء ﷺ، وجوب قیام، رسول اللہ ﷺ کی روح اقدس کا جسد مبارک میں ابدالآباد تک موجود ہونا، محافل میلاد من اعظم القربات، تعظیم رسول اللہ ﷺ کے موضوعات پر شکوک وشبہات کا ازالہ کیا۔ مزید لکھا:

"قول گنگوہی پر غور کیا جائے تو یہ احمقانہ خیالات اور بلا دلیل الفاظ کے سوا کچھ نہیں بلکہ یہ دین اسلام سے خارج ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس کا انکار کرے اور زبان وقلم اور ہاتھ سے ان شبہات کا ازالہ کرے"۔۔۔

شیخ محمد قاسمی ؒ کا یہ مقالہ حقائق کے دس صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔[۹۱]

الفتوة الجيلانية

علامہ سید احمد بن سید محمد اسعد جیلانی ؒ شام کے شہر حماۃ میں آباد علم وفضل میں ممتاز حسنی حسینی سادات گھرانہ کے فرد تھے۔ مولانا رام پوری نے آپ کا نام ان القاب کے ساتھ درج کیا ہے:

السيد الشريف و الحسيب النسيب سيدنا و شيخنا و مولانا السيد احمد افندی الحموی الكيلانی دام فضله ابن السيد الشريف اسعد افندی بن السيد الشريف نعمان افندی بن السيد الشريف عبد الرزاق شيخ السادة الاشراف فی حماة الشام۔۔۔[۹۲]

آپ الدولة المكية پر تقریظ لکھ چکے تھے، اب قول گنگوہی کے رد میں فتویٰ جاری کیا، جسے "الفتوة الجيلانية" کا عنوان دیا گیا، جس میں آپ لکھتے ہیں:

"تعظیم رسول اللہ ﷺ افضل الاعمال میں سے ہے اور میلاد وقیام بدعت حسنہ اور اہل ایمان کی علامات میں سے ہے، اسے کفر کی علامت کنھیا سے تشبیہ دینا اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین پر جرأت کرنا ہے۔ اس کے قائل کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، جس سے بچاؤ کی ایک صورت ہے کہ وہ توبہ ورجوع کر کے

اہل یقین کے حال پر آئے"---[۹۳]

فتویٰ مفتی السلط من بلاد الشام

آج کے ملک اردن کے دارالحکومت عمان سے تیس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع شہر سلط کے مفتی شیخ محمد صالح الریس حنفی رحمہ اللہ نے ۲۸ رذیقعد ۱۳۲۹ھ کو قول گنگوہی کے رد میں فتویٰ جاری کرتے ہوئے اس میں بطور خاص مسئلہ قیام پر دلائل پیش کیے اور شبہات کا ازالہ کیا۔ آپ نے ائمۃ الدین جہابذۃ المحققین، امام قسطلانی، امام زرقانی، امام ملا علی قاری، امام صرصری، علامہ شیخ حسن عدوی، امام تقی الدین سبکی، امام حلبی، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تحقیقات سے استفادہ کرتے ہوئے اس مسئلہ کو دلائل و براہین سے ثابت کیا اور قول گنگوہی کو غلط و بے بنیاد قرار دیا۔[۹۴]

مفتیٔ بیروت شیخ مصطفیٰ نجا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ مصطفیٰ نجا رحمہ اللہ اس موضوع پر جاری کیے گئے فتویٰ میں لکھتے ہیں:

"یہ جو ہمارے زمانہ کے علماء میں مسئلہ میلاد و قیام پر اختلاف ہوا ہے، اس عمل کے بدعت حسنہ و مستحسن ہونے میں کوئی شبہہ نہیں، امت محمدیہ کے لاتعداد علماء اس پر عمل پیرا رہے اور ہم انھی کے ساتھ ہیں"---

شیخ مصطفی نے صحیح بخاری و مسلم کی وہ حدیث نقل کی جس میں ایام عاشوراء کو اظہار تشکر کے لیے روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر لکھا:

"میلاد و قیام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی، تعظیم اور اظہار تشکر کے لیے ہے اور اس پر اعتراض باطل اور یہ آدمی (گنگوہی) خطا پر ہے"---

آپ نے اس فتویٰ میں محافل میلاد کے آداب بھی بیان کیے۔ شیخ مصطفی نے دیگر علماء امت کے علاوہ مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ علامہ سید احمد زینی دحلان مکی رحمہ اللہ کی تحقیقات پیش کیں۔[۹۵]

مفتیٔ اعظم بیروت شیخ مصطفیٰ نجا بن محی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما (۱۲۶۹ھ-۱۳۵۰ھ/ ۱۸۵۳ء- ۱۹۳۲ء) بیروت میں پیدا ہوئے، قرآن مجید شیخ حسین شومان سے پڑھا اور تجوید کا فن شام کے شیخ القراء شیخ حسین موسیٰ مصری الازہری (متوفی ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) سے سیکھا۔ فن خطاطی کے لیے بیروت کے نقیب السادۃ الاشراف شیخ عبدالرحمن المحاس (متوفی ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء) کے مکتب سے رجوع کیا۔ علم توحید مفتیٔ بیروت سماحۃ الشیخ عبدالباسط فاخوری (متوفی ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) سے حاصل کیا۔ علم حدیث کی اہم کتب محدث شیخ عبداللہ بن ادریس سنوسی فاسی سے ان کے قیام بیروت و دمشق کے دوران پڑھیں۔ دیگر شرعی علوم وادب کی تحصیل کے لیے علامہ شیخ یوسف الاسیر (متوفی ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء)، شیخ عمر الانسی بیروتی (متوفی ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء)، شیخ ابراہیم الاحدب طرابلسی نزیل بیروت (متوفی ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء)، شیخ قاسم ابی الحسن کستی بیروتی (متوفی ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء)، شیخ عبدالقادر غلیلی وغیرہم علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ علاوہ ازیں محدث الدنیا فی عصرہ شیخ محمد بدرالدین حسنی دمشقی، شیخ عبد الرزاق البیطار (متوفی ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء)، شیخ محمد سلیم سمارہ دمشقی (متوفی ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) نیز ۱۳۲۴ھ میں حج کے موقع پر مراکش کے علماء شیخ احمد المفضلی اور شیخ محمد بن سعید السلاوی سے اجازات حاصل کیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

خلافت عثمانیہ نے ۱۳۲۷ھ میں شیخ مصطفیٰ نجا کو بیروت کا مفتیٔ اعظم مقرر کیا، نیز علم و فضل کے اعتراف میں تین ایوارڈ، گولڈ میڈل، نشان عثمان ثانی اور نشان مجیدی پیش کیے۔ آپ نے چند کتب تصنیف کیں، جشن میلاد النبی ﷺ پر تین کتب لکھیں، جن میں سے ایک کا نام "مظهر السعود فی مولد سید الوجود" ہے، جس پر علماء نے تقاریظ لکھیں اور یہ ۱۳۱۲ھ پھر ۱۳۴۸ھ میں بیروت سے شائع ہوئی۔ [۹۶]

تقریظ شیخ احمد ﷺ امام الطابور

۳۰؍ جمادی الثانیہ ۱۳۳۰ھ کو شیخ احمد ﷺ نے اس پر تقریظ قلم بند کی، جس میں فرمایا:

''توحید کے زعم میں سیدنا رسول اللہ اعظم المخلوقات علی الاطلاق کا مولود پڑھنے، نعت خوانی، آپ ﷺ کے ذکر ولادت پر قیام کرنے اور آپ کی روحانی تشریف آوری جیسے اعمال کا انکار کرنا عقیدۂ اہل سنت و جماعت کی مخالفت ہے''۔۔۔[۹۷]

❁❁❁❁

علامہ گنگوہی و علامہ انبیٹھوی کے افکار اور براہین قاطعہ کی اشاعت پر برصغیر پاک و ہند نیز حجاز مقدس اور دیگر عرب ممالک کے اکابر علماء اہل سنت کی طرف سے جو رد عمل سامنے آیا، اس مضمون میں راقم نے اس کا جزوی ذکر کیا ہے، ورنہ اس موضوع کی تاریخ مرتب کرنے کے لیے سیکڑوں صفحات درکار ہیں۔ اس اختلاف کی ابتداء ۱۳۰۲ھ میں میرٹھ سے ہوئی تھی اور تین عشروں میں یہ موضوع پوری اسلامی دنیا تک پھیل چکا تھا اور برصغیر کے علاوہ مدینہ منورہ اس کے مراکز کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ اس دوران علامہ خلیل احمد انبیٹھوی، شہاب ثاقب کے مصنف علامہ حسین احمد فیض آبادی اور ان کے برادران محمود احمد و صدیق احمد فیض آبادی مختلف اوقات میں مدینہ منورہ موجود رہے۔ یہ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء کی بات ہے، خلافت عثمانیہ کمزور ہو چکی تھی، اس شہر مقدس کے علماء و مشائخ میں سے بڑی تعداد تقریظات اور فتاویٰ لکھ کر قول گنگوہی کو رد کر چکی تھی۔ مدینۃ الرسول ﷺ میں اہل سنت و جماعت کا بول بالا تھا اور محافل میلاد و قیام کا سلسلہ گھر گھر میں شب و روز جاری تھا۔ اس صورت حال میں وہاں پر موجود علامہ حسین احمد فیض آبادی اور ان کے ہم نوا چند افراد کے لیے کوئی چارہ نہ رہا تو وہ تقیہ کرنے لگے، جس کا ثبوت ہمیں معاصر تحریروں سے ملتا ہے۔ چناں چہ مولانا رام پوری و مولانا کریم اللہ نے یکم ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ کو فاضل بریلوی کے

نام ایک خط میں مدینہ منورہ کی صورت حال ان الفاظ میں بیان کی ہے:

''جب سے مجلہ حقائق میں محمود افندی کا رسالہ (استحباب القیام) طبع ہو کر شائع ہوا ہے، تب سے وہابیہ خبثاء سخت غیظ میں ہیں اور بعض منافقین نے تقیہ کیا ہے اور مجالس شریفہ میں حاضر ہونا اور ادب تعظیم قیام شریف کرنا شروع کیا ہے''---[۹۸]

اور پھر دوسرے خط میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مدینہ منورہ میں بطور تقیہ میلاد و قیام میں شامل ہونے والے لوگ کون تھے۔ چناں چہ ۱۸/رجب ۱۳۳۱ھ کو آپ کے نام لکھے گئے خط میں یہ عبارت ہے:

''ماہِ ربیع الاوّل شریف میں محمود (مصنف شہاب ثاقب کے چھوٹے بھائی) مذکور محرر محکمہ قضا کا نکاح ہوا، بہت دھوم دھام سے طعام ولیمہ ہوا۔ اکثر معززین اہل مدینہ منورہ اور علماء و مشائخ مہاجرین مدعو تھے، سب نے جا کر کھایا اور مولود شریف پڑھا گیا اور قیام بھی ہوا۔ گویا اس امر کا ثبوت تھا کہ ہم لوگ قیام شریف کے مانع نہیں جو ہماری طرف منسوب ہے، وہ سب افتراء ہے''---[۹۹]

علامہ محمود احمد فیض آبادی

۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء کو ہندوستان میں پیدا ہوئے اور آٹھ سال کی عمر میں والد کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی۔ مسجد نبوی اور مدرسہ اعدادیہ میں تعلیم پائی، پھر شریعت کورٹ مدینہ منورہ میں محرر و رئیس محرر رہے۔ سعودی عہد میں قاضی جدہ کے علاوہ مدینہ منورہ میں اوقاف، بلدیہ وغیرہ محکموں میں مختلف عہدوں پر تعینات رہے۔ ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء کو وفات پائی۔

علامہ محمود احمد فیض آبادی کے بیٹے علامہ حبیب احمد ۱۳۵۸ھ میں مدرسہ علوم شرعیہ کے دوسرے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔[۱۰۰]

مدرسہ علوم شرعیہ

ترکی عہد کے مدینہ منورہ میں وہابیت کا وجود نہ تھا، وہاں پر مقیم عالم اسلام کے مہاجر علماء میں دو چار افراد اس فکر کے موجود تھے، لیکن جیسا کہ اوپر گزرا وہ بھی تقیہ کا سہارا لیے زندگی بسر کر رہے تھے اور کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے تاکہ اپنی فکر کا پرچار کر سکیں۔ چناں چہ ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء کو مصنف شہاب ثاقب کے بڑے بھائی علامہ احمد فیض آبادی (متوفی ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء) نے ترک حکومت سے ایک دینی مدرسہ کھولنے کی اجازت طلب کی اور عذر یہ پیش کیا کہ مدینہ منورہ میں مزید دینی مدرسہ کی اشد ضرورت ہے۔ علامہ فیض آبادی کی یہ درخواست ترکی حکومت نے یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ حکومت خود مدینہ منورہ میں صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے اسلامی یونی ورسٹی قائم کرنے کی نہ صرف منظوری دے چکی ہے بلکہ ۱۳۳۲ھ سے اس کی تعمیر بھی جاری ہے۔ پہلی جنگ عظیم شروع ہونے کے بعد تعمیر ومالی وسائل میں کمی کے باعث یونی ورسٹی کی تعمیر کا کام سست پڑ گیا اور پھر ۱۹۱۶ء میں ہی مدینہ منورہ سمیت پورے حجاز مقدس سے ترکوں کی قائم کردہ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی جگہ آج کے شاہ اردن کے اجداد نے مملکت ہاشمیہ حجاز قائم کر لی۔

ہاشمی انقلاب کے بعد یونی ورسٹی کی تعمیر کا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا اور جو عمارت بن چکی تھی، آگے چل کر اس میں مدرسہ طیبہ ثانویہ قائم کیا گیا، جو آج تک موجود ہے۔ ہاشمی حکمرانوں نے مدینہ منورہ میں متعدد مدارس قائم کیے۔ اس بدلتی صورت حال میں علامہ احمد فیض آبادی نے قیام مدرسہ کی پھر سے کوشش کی اور ۱۳۴۰ھ میں مسجد نبوی کے قریب مدرسہ علوم شرعیہ کی بنیاد رکھی۔ جیسے ہی یہ مدرسہ قائم ہوا، وہابی فکر کے علماء وطلبہ اس سے وابستہ ہو گئے اور بانی مدرسہ علامہ احمد فیض آبادی اس کے پہلے ناظم اعلیٰ [۱۰۱] اور مراکش کے مہاجر شیخ محمد طیب انصاری (متوفی ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء) صدر مدرس مقرر ہوئے [۱۰۲] بعد ازاں علامہ خلیل احمد انبیٹھوی بھی اس سے وابستہ ہو گئے۔

مدرسہ کی بندش

عثمانی سلاطین کی طرح ہاشمی حکمران بھی مسلک اہل سنت و جماعت پر عمل پیرا اور وہابی تحریک کے بالمقابل صف آراء تھے، چناں چہ اس مدرسہ کے قیام پر تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ حکومت تک یہ اطلاع پہنچی کہ مدرسہ علوم شرعیہ کے ذمہ داران وہابی ہیں اور وہابیت پھیلانے کے عزائم رکھتے ہیں۔ حکومت نے یہ معاملہ شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا، جوان دنوں محکمہ تعلیم مدینہ منورہ کے ڈائریکٹر تھے۔ شیخ عبدالقادر نے بانی مدرسہ علامہ احمد فیض آبادی نیز اس کے مدرسین کے بیانات قلم بند کیے اور اپنی تحقیق میں انھیں وہابی قرار دیا۔ اسی تحقیق کی بنیاد پر حکومت نے یہ مدرسہ بند کرنے کے احکامات جاری کیے۔

۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء کو حجاز مقدس سے ہاشمی مملکت کا خاتمہ ہوا اور پھر آل سعود خاندان کی حکمرانی ہوئی تب یہ مدرسہ نئی حکومت کے حکم سے دوبارہ کھلا، جو آج جنت البقیع سے جنوب مشرق میں چند قدم کے فاصلہ پر واقع اپنی سات آٹھ منزلہ نئی عمارت میں موجود ہے۔ اس کی تاریخ پر ڈاکٹر محمد عید خطراوی مدنی کی چھ سو صفحات پر مشتمل کتاب "مدرسة العلوم الشرعية" نام سے شائع ہو چکی ہے۔[۱۰۳]

شیخ محمد حسین زیدان مدنی[۱۰۴] کہتے ہیں کہ علامہ خلیل احمد انبیٹھوی مدرسہ علوم شرعیہ میں بیٹھ کر سنن ابوداؤد کی شرح بذل المجهود لکھ رہے تھے کہ شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی نے مدرسہ بند کرادیا، تو میں نے دیکھا کہ شیخ خلیل احمد اس باعث شدید غم زدہ تھے۔[۱۰۵]

شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ

چودھویں صدی ہجری کے ابتدائی عشروں میں مدینہ منورہ میں شیخ عبدالقادر طرابلسی نام کے دو اکابر علماء کرام ہو گزرے۔ ان میں سے ایک شیخ عبدالقادر حسینی ادھمی طرابلسی الاوّل رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ الدولة المكية پر انھی کے بیٹے شیخ حسین طرابلسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ موجود ہے[۱۰۶] اور دوسرے شیخ عبدالقادر توفیق شلبی طرابلسی الثانی رحمۃ اللہ علیہ نام کے تھے۔

شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی حنفی ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کو طرابلس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ و مشائخ میں رسالہ حمیدیہ کے مصنف شیخ حسین الجسر طرابلسی، علامہ سید محمد بن جعفر کتانی فاسی مدنی، شیخ فالح ظاہری مدنی اور محدث شام علامہ سید محمد بدرالدین دمشقی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم اٹھارہ علماء کرام ہیں۔ شیخ عبدالقادر شلبی ۱۳۱۷ھ کو حج کی ادائیگی کے موقع پر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور پھر واپس طرابلس چلے گئے۔ ۱۳۱۹ھ میں مستقل ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے اور مسجد نبوی میں مدرس تعینات ہوئے، جہاں اصول فقہ حنفی پڑھاتے رہے۔ آپ مدینہ منورہ میں احناف کے سرتاج تھے اور "نعمان وقته" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ عثمانی عہد میں محکمہ آثار قدیمہ مدینہ منورہ کے ڈائریکٹر اور ہاشمی عہد میں محکمہ تعلیم کے ڈائریکٹر رہے، تاآں کہ سعودی انقلاب کے بعد ۱۳۴۴ھ میں اس منصب سے الگ ہو گئے اور اپنے گھر کی نچلی منزل میں درس دینے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

آپ ماہر خطاط تھے اور مسجد نبوی میں خطاطی کی تجدید کی۔ نیز نعت گو شاعر تھے، آپ کی سولہ تصنیفات میں نعتیہ دیوان بھی شامل ہے۔ ۱۳۲۴ھ میں فاضل بریلوی مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی سے ملاقات اور تبادلہ خیالات ہوئے۔ نیز حسام الحرمین پر تقریظ قلم بند کی اور ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۰ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [۱۰۷]

براہین قاطعہ کے اثرات

یہ کتاب علامہ خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاذ و ماہ نامہ الفرقان کے ایڈیٹر علامہ منظور احمد نعمانی (متوفی ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء) نے اس کا ضمیمہ لکھا، جو تازہ ایڈیشن میں شامل ہے۔ اس کی تصنیف پر اب ایک سو پندرہ برس بیت چکے، اتنے طویل عرصہ میں اس کے کیا اثرات سامنے آئے؟ اس ضمن میں راقم کی رائے یہ ہے:

۱) یہ کتاب جن عقائد و معمولات اہل سنت کے خلاف لکھی گئی تھی، ان میں محافل

میلاد و قیام کا مسئلہ سب سے اہم ہے۔ سو دیکھنا چاہیے کہ یہ کتاب امت مسلمہ کو ان محافل کے انعقاد سے روکنے میں کامیاب ہوئی یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت پورے کرۂ ارض پر اسلامی ممالک کی تعداد پچپن سے زائد ہے اور ان میں سعودی عرب کے علاوہ تمام اسلامی ممالک میں جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال سرکاری سطح پر منایا جاتا ہے۔

۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء میں ایک عرب محقق ڈاکٹر صلاح المنجد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے مختلف پہلو پر لکھی گئی عربی کتب کی فہرست مرتب کر کے ۴۲۴ر صفحات پر شائع کرائی، جس کے ایک باب میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر لکھی گئی کتب کے نام درج ہیں۔ اس باب میں میلاد و قیام کے جواز پر لکھی گئی ایک سو پچاس سے زائد کتب کے نام دیے گئے ہیں اور پھر کتاب کے آخری صفحہ پر مصنف نے اعتراف کیا کہ یہ فہرست مکمل نہیں[۱۰۸] آج جب کہ اس فہرست کی اشاعت پر اٹھارہ برس گزر چکے ہیں اور اس دوران جشن میلاد پر مزید کتب لکھی گئیں، اب راقم السطور کا محتاط اندازہ ہے کہ تازہ ترین اعداد و شمار لیے جائیں تو اس موضوع پر لکھی گئی کتب کی تعداد دو سو سے تجاوز کر چکی ہے۔ جب کہ اب تک پوری اسلامی تاریخ میں اس مسئلہ کے خلاف لکھی گئی عربی کتب کی تعداد پانچ سات سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ براہین قاطعہ اس مسئلہ کے خلاف کوئی مؤثر کتاب ثابت نہیں ہوئی۔

۲) ۱۲۴۳ھ میں شاہ اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی کتاب تقویۃ الایمان پہلی بار شائع ہوئی تو برصغیر کے اہل سنت میں انتشار کا جو سلسلہ شروع ہوا، تقریباً نصف صدی بعد براہین قاطعہ کی اشاعت سے یہاں کے اہل سنت واضح طور پر دو حصوں میں بٹ گئے اور ان تحریروں کے مؤیدین کی صورت میں ایک نئے مکتب فکر نے جنم لیا۔

۳) ۱۸۸۷ء میں براہین قاطعہ کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا اور عین انھی ایام میں مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی متنازعہ کتاب ''براہین احمدیہ'' منظر عام پر آچکی تھی نیز مرزا کے دعاوی میں دن بدن اضافہ کا سلسلہ جاری تھا۔ علامہ رشید احمد گنگوہی ان دنوں براہین قاطعہ کی

تصنیف واشاعت میں مصروف رہے اور مرزا قادیانی کو رجل صالح قرار دے کر قادیانیت کے لیے نرم رویہ اختیار کیا۔ مرزا قادیانی کے بارے میں علامہ گنگوہی کے موقف کی تفصیلات ''فتاویٰ قادریہ'' میں درج ہیں۔ الغرض علامہ رشید احمد گنگوہی اور ان کے قریبی ساتھیوں نے مرزا قادیانی کے لیے ماحول سازگار کیا۔

۴) اس کتاب کی اشاعت نے برصغیر کے اہل سنت کو آپس میں الجھا دیا، نتیجۃً روافض کو بالواسطہ طور پر فائدہ پہنچا اور شیعت کے فروغ میں تیزی آئی، نیز معاشرتی واجتماعی سطح پر اسے پنپنے کا موقع ملا۔

۵) برصغیر کے اہل سنت نہ صرف اعتقادی بلکہ سیاسی طور پر بھی دو مکاتب فکر میں بٹ گئے اور تحریک آزادیٔ ہند میں دونوں کی راہیں الگ ہو گئیں۔ چناں چہ اہل سنت کی اکثریت نے مسلم لیگ، جب کہ علامہ گنگوہی وانبیٹھوی فکر کی اکثریت نے کانگریس کا ساتھ دیا اور آزادی کی یہ جنگ ہندوؤں کی سرپرستی میں لڑی۔

۶) چودھویں صدی ہجری میں دنیا بھر کے اسلامی حلقوں میں انتہا پسندی اور تشدد کی جو لہر آئی اور جس میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، عدم برداشت کے اس رویہ کو فروغ دینے میں دو کتب کے مندرجات پس پردہ کار فرما ہیں۔ ان دونوں کتب کے موضوعات اور زبانیں مختلف سہی، لیکن برداشت، تحمل، میانہ روی اور افہام وتفہیم کو مسلمانوں میں کم کرنے اور انتہا پسندی وتشدد کو ہوا دینے میں دونوں نے یکساں اثرات چھوڑے۔ ان میں ایک براہین قاطعہ ہے جو برصغیر میں لکھی گئی اور دوسری سید قطب مصری کی ''معالم فی الطریق'' ہے، جو عرب دنیا کے سب سے بڑے اور اہم ملک مصر میں لکھی گئی۔ عرب محققین کی تحریروں سے مترشح ہوتا ہے کہ ۱۹۸۱ء میں مصر کے صدر انور السادات کا قتل، موجودہ مصری صدر حسنی مبارک پر قاتلانہ حملے، مصری حکومت کی اہم شخصیات کے آئے دن ہونے والے قتل، مصر میں ہی یورپ کے غیر مسلم سیاحوں کا اجتماعی قتل، الجزائر میں مسلمانوں کے بڑے پیمانہ پر ہونے والے قتل وغارت میں وہاں کی اسلامی جماعتوں کا ملوث ہونا، بیروت لبنان

میں مشہور عالم اہل سنت سماحۃ الشیخ نزار حلبی کا قتل، ورلڈ ٹریڈ سنٹر امریکا میں ہونے والے بم دھماکے، ان سب واقعات کے پیچھے جو لوگ یا تنظیمیں کار فرما ہیں، وہ بنیادی طور پر سید قطب کی مذکورہ کتاب سے متاثر ہیں۔ سید قطب اور ان کے ساتھیوں کو حکومت مصر نے ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء میں دہشت گردی کے الزام میں پھانسی دی تھی۔ معالم فی الطریق پہلی بار ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی اور اس کے مندرجات کو جامعہ الازہر کے اکابر علماء نے مسترد کر دیا تھا۔ سید قطب کو جن عوامل کی بنا پر پھانسی دی گئی ان میں اس کتاب کے مندرجات ایک اہم سبب بنے تھے۔

ادھر برصغیر میں لگ بھگ یہی اثرات براہین قاطعہ کی اشاعت سے سامنے آئے۔ چند سال قبل عالم اسلام کے شیخ القراء قاری عبدالباسط عبدالصمد مصری مرحوم (متوفی ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء) پاکستان کے دورہ پر آئے تو بادشاہی مسجد لاہور میں منعقد ہونے والی محفل قراءت میں اس کتاب کے مؤیدین نے انتہا پسندی کا جو مظاہرہ کیا اس کی گونج پورے ملک میں محسوس کی گئی۔ آج مقام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دفاع کے لیے "سپاہ صحابہ" نام کی جو تنظیم پاکستان کی عبادت گاہوں میں قتل و غارت کر رہی ہے، یہ سب براہین قاطعہ کے مؤیدین میں سے ہیں۔ لیکن طرفہ تماشا یہ کہ یہی لوگ ایک طرف مقام صحابہ کے تحفظ کے لیے قاتل و مقتول بن رہے ہیں اور اسی باعث ملک کے اعلیٰ ترین حکومتی اداروں کے رکن منتخب ہو رہے ہیں تو دوسری طرف براہین قاطعہ میں درج مقام توحید و رسالت کے منافی تحریروں کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔

آج کے برصغیر میں مختلف اسلامی مکاتب فکر کی طرف سے مذہب کے نام پر ہونے والی تشدد کی کسی بھی کارروائی سے براہین قاطعہ کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے مصنف علامہ رشید احمد گنگوہی اس کی اشاعت کے بعد تقریباً بیس برس اور علامہ خلیل احمد انبیٹھوی چالیس برس سے زائد زندہ رہے اور اس طویل عرصہ کے دوران اپنی انتہا پسند تحریروں سے رجوع کرنے کی بجائے وہ خود اور ان کی پوری جماعت ان تحریروں کو

تقویت پہنچانے میں مگن رہے۔ جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکلا کہ مذہبی تشدد کو فروغ ملا، جس نے آگے چل کر لسانی، علاقائی، قومی و نسلی تعصب میں مبتلا افراد کو تشدد کی ترغیب دی۔

✿✿✿✿

حوالے وحواشی

۱ نزھۃ الخواطر و بھجۃ المسامع و النواظر، علامہ عبدالحی حسنی لکھنوی، علامہ ابوالحسن ندوی لکھنوی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، جلد ۸، صفحہ ۱۲۳-۱۲۶

۲ نزھۃ الخواطر، جلد ۸، صفحہ ۱۴۸-۱۵۲

۳ براھین قاطعہ، علامہ خلیل احمد انبیٹھوی، معہ ضمیمہ علامہ منظور احمد نعمانی، دارالاشاعت اردو بازار کراچی، طبع ۱۹۸۷ء، صفحہ ۱۵۱-۱۵۲

۴ آپ کی شاعری اور غالب سے تلمذ کے موضوع پر محمد مشتاق شارق کا ایک مضمون بعنوان "عبدالسمیع بیدل.......تلمیذ غالب" جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے شائع ہونے والے ماہ نامہ "جامعہ" کے شمارہ مارچ ۱۹۸۴ء کے صفحات ۲۶-۳۱ پر طبع ہوا۔

۵ علمائے اہل سنت کی علمی وادبی خدمات......بیسویں صدی کے تناظر میں، مقالہ ڈاکٹریٹ غلام یحییٰ مصباحی بنارس یونی ورسٹی، بعنوان "بریلوی علماء کی ادبی خدمات"، مخطوط صفحہ ۸۷

۶ تذکرہ علماء اہلِ سنت، مولانا محمود احمد قادری کان پوری، سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد، طبع دوم ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۶۷

۷ انوارِ ساطعہ، مولانا عبدالسمیع میرٹھی رام پوری، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۰۶ھ، صفحہ ۲۹۷

۸ انوارِ ساطعہ، صفحہ ۷

۹ نزھۃ الخواطر، جلد ۸، صفحہ ۱۴۸-۱۵۲

۱۰ تقدیس الوکیل عن توھین الرشید و الخلیل، مولانا غلام دستگیر قصوری، نوری بک ڈپو لاہور، حالات مصنف از قلم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

۱۱ تذکرہ علمائے پنجاب، اختر راہی، مکتبہ رحمانیہ لاہور، طبع اوّل ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء، جلد ۲، صفحہ ۴۳۵-۴۳۸

۱۲ تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، شبیر برادرز اردو بازار لاہور، طبع دوم ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۳ء، صفحہ ۳۰۸

۱۳ تقدیس الوکیل، حالات مصنف

۱۴ ایضاً

۱۵ شیخ محمد صالح کمال حنفی مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزید حالات کے لیے دیکھیے:

الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ و المدینۃ، مولانا احمد رضا خان بریلوی، منظمۃ الدعوۃ الاسلامیۃ، اندرون

لوہاری دروازہ لاہور، سنہ اشاعت درج نہیں، صفحہ ۴۹ / الملفوظ، مولانا احمد رضا خان بریلوی، مرتب مولانا محمد مصطفی رضا خان بریلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، حصہ دوم صفحہ ۱۲۷ و بعد / اهل الحجاز بعبقهم التاریخی، حسن عبدالحی قزاز مکی، طبع اوّل ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء، مطبوعہ جدہ، صفحہ ۲۸۲ / سیر و تراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للهجرة، عمر عبدالجبار مکی، طبع سوم ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۲ء، مکتبہ تہامہ جدہ، صفحہ ۲۳۳-۲۳۵ / المختصر من کتاب نشر النَّور و الزهر فی تراجم افاضل مکة من القرن العاشر الی القرن الرابع عشر، تالیف شیخ عبداللہ مرداد ابوالخیر مکی شہید، اختصار و ترتیب محمد سعید عامودی مکی و احمد علی بھوپالی مکی، طبع دوم ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء، عالم المعرفة جدہ، صفحہ ۲۱۹ / نظم الدرر فی اختصار نشر النور و الزهر فی تراجم علماء مکة من القرن العاشر الی القرن الرابع عشر، شیخ عبداللہ غازی ہندی مکی، مخطوط مملوکہ جدہ یونی ورسٹی لائبریری، ذخیرہ شیخ محمد نصیف، بخط مصنف، صفحہ ۱۸۲-۱۸۳

۱۶ سال نامہ معارف رضا کراچی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، شمارہ ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء، صفحہ ۱۷۹-۱۸۰ / اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للهجرة و بعض القرون الماضية، محمد علی مغربی، طبع اوّل ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء، مطبع المدنی قاہرہ، جلد ۳، صفحہ ۳۴۷ / الاعلام، خیرالدین زرکلی، طبع دہم ۱۹۹۲ء، دار العلم للملایین بیروت، جلد ۳، صفحہ ۲۴۲ / فهرس مخطوطات مكتبة مكة المكرمة، پروفیسر ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان مکی وغیرہ، طبع اوّل ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء، مکتبة ملک فهد الریاض، صفحہ ۵۴۳ / الاجازات المتینة، صفحہ ۳۳، ۴۹ / سیر و تراجم، صفحہ ۱۵۲-۱۵۳

۱۷ نشر الدرر فی تذییل نظم الدرر فی تراجم علماء مکة من القرن الثالث عشر الی الرابع عشر، شیخ عبداللہ غازی مکی، مخطوط مملوکہ جدہ یونی ورسٹی لائبریری، ذخیرہ شیخ محمد نصیف، مخطوط نمبر ۲۹۱۲، مائیکرو فلم نمبر ۳۵۷۲، صفحہ ۵ / سیر و تراجم، صفحہ ۲۴۴ / الملفوظ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۱، ۱۳۶

۱۸ علماء نجد خلال ثمانية قرون، شیخ عبداللہ بسام، طبع دوم، ۱۴۱۹ھ، دار عاصمہ ریاض، جلد ۲، صفحہ ۱۵۳-۱۵۷ / مختصر نشر النور، صفحہ ۴۲۴ / نظم الدرر، صفحہ ۱۴۴

۱۹ اعلام من ارض النبوة، انس یعقوب کتبی حسنی مدنی، طبع اوّل ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء، مطبوعہ جدہ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۳-۱۳۶ / الملفوظ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۶

۲۰ الدلیل المشیر، علامہ سید ابوبکر حبشی علوی مکی، طبع اوّل ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء، مکتبہ مکیہ مکہ مکرمہ، صفحہ ۲۴۳-۲۴۵ / فهرس الفهارس و الاثبات، علامہ سید عبدالحی کتانی مراکشی، تحقیق ڈاکٹر احسان عباس، طبع دوم ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء، دار الغرب الاسلامی بیروت، جلد ۱، صفحہ ۱۰۶-۱۱۰ / الاعلام، جلد ۶، صفحہ ۳۰۱

۲۱ اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للهجرة، محمد علی مغربی، طبع دوم ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء، مطبوعہ جدہ، جلد ۲، صفحہ ۲۸۶-۳۱۳ / اهل الحجاز بعبقهم التاریخی، صفحہ ۱۷۹-۱۸۷ / سیر و تراجم،

صفحہ ۱۰۸۔۱۱۲/ ماہ نامہ المنہل جدہ، شمارہ دسمبر ۱۹۸۸ء، جنوری ۱۹۸۹ء، مضمون بعنوان "المدرسة الصولتية و جهاد قرن من الزمان"، ازقلم مسعود سلیم، صفحہ ۱۵۲۔۱۲۶/تجلیات مہر انور، مفتی سید شاہ حسین گردیزی، طبع اوّل ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء، مکتبہ مہریہ گولڑا شریف، صفحہ ۳۱۰۔۳۳۵

۲۲ مختصر نشر النور، صفحہ ۵۰۳۔۵۰۴/نظم الدرر، صفحہ ۲۱۴

۲۳ نشر الدرر، صفحہ ۷۴۔۷۵

۲۴ علماء العرب فی شبہ القارة الهندية، شیخ یونس ابراہیم سامرائی، طبع اوّل ۱۹۸۶ء، وزارت اوقاف بغداد، صفحہ ۷۲۸۔۷۲۹/مختصر نشر النور، صفحہ ۱۳۴/نظم الدرر، صفحہ ۱۶۸

۲۵ تقدیس الوکیل، صفحہ ۴۴۳

۲۶ ماہ نامہ نور الحبیب بصیر پور، شمارہ مارچ ۲۰۰۰ء، محمد صادق قصوری، صفحہ ۴۸۔۵۶

۲۷ مقالہ ڈاکٹریٹ ڈاکٹر غلام یحییٰ مصباحی، مخطوط، صفحہ ۱۴۴۔۱۴۷

۲۸ تذکرہ علماء اہل سنت، کانپوری، صفحہ ۲۵۲۔۲۵۳

۲۹ فتاویٰ رشیدیہ، علامہ رشید احمد گنگوہی، سن اشاعت درج نہیں، محمد سعید اینڈ سنز مولوی مسافر خانہ کراچی، صفحات ۱۰۶، ۱۱۱، ۱۲۳، ۱۳۶

۳۰ فقیہ اسلام، ڈاکٹر حسن رضا اعظمی، طبع دوم، سن اشاعت درج نہیں، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی، ملخصاً

۳۱ امام احمد رضا اور جامعۃ الازہر، اقبال احمد اختر القادری، طبع ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء، بزم رضویہ بادامی باغ لاہور

۳۲ الملفوظ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶

۳۳ علامہ سید اسمٰعیل بن خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ مکتبہ حرم مکی کے محافظ و امین تھے۔ آپ نے حسام الحرمین پر تقریظ لکھی نیز آپ نے اور چھوٹے بھائی علامہ سید مصطفی رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی سے خلافت پائی۔ علامہ سید اسمٰعیل ۱۳۲۸ھ میں فاضل بریلوی سے ملنے بریلی آئے اور واپس گئے کسی ضرورت کے پیش نظر دارالخلافہ استنبول گئے اور مشیت الٰہی کہ وہیں انتقال فرمایا۔ پیش نظر کتب میں آپ کے حالات کہیں درج نہیں البتہ فاضل بریلوی کے نام آپ کے چند خطوط "الاجازات المتينة" وغیرہ کتب میں مطبوع ہیں۔ [الملفوظ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۹]

۳۴ ردّ شہاب ثاقب، مولانا محمد اجمل شاہ سنبھلی، طبع دوم ۱۹۹۱ء، ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور، صفحہ ۱۲۵۔۱۲۷

۳۵ دیکھیے: الملفوظ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۰ وبعد

۳۶ فهرس مكتبة مكة المكرمة، صفحہ ۲۲۵

۳۷ الدلیل المشیر، صفحہ ۳۱۱

۳۸ الدلیل المشیر، صفحہ ۳۸۸

۳۹ شہاب ثاقب، علامہ حسین احمد فیض آبادی، طبع ۱۹۷۹ء، انجمن ارشاد المسلمین لاہور، مقدمہ کتاب از قلم انوار احمد، صفحہ ۱۵۴-۱۵۵

۴۰ قرآن مجید، پارہ ۲۱، سورۃ السجدۃ، آیت ۱۱، اردو ترجمہ محمد جونا گڑھی

۴۱ خلاصہ کمال التثقیف و التقویم، علامہ سید احمد بن اسماعیل برزنجی مدنی شافعی، مخطوط

۴۲ ان برزنجی علماء کرام کے حالات کے لیے دیکھیے:

اعلام من ارض النبوۃ، انس یعقوب کتبی، طبع اوّل ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء، مطبوعہ جدہ، جلد ۱، صفحہ ۱۰۵-۱۱۹/ تراجم اعیان المدینۃ المنورۃ، مؤلف مجہول، تحقیق وتعلیق ڈاکٹر محمد تونجی، طبع اوّل ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء، دار الشروق جدہ، مختلف صفحات/ الاعلام، جلد ۱، صفحہ ۹۹-۱۰۰، جلد ۲، صفحہ ۱۲۲-۱۲۳، جلد ۶، صفحہ ۲۰۳-۲۰۴/ الدلیل المشیر، صفحہ ۱۰۲-۱۰۶

۴۳ تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری، محمد مطیع الحافظ و نزار اباظہ، طبع اوّل ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، دار الفکر دمشق، جلد ۱، صفحہ ۳۴۴/ اعلام من ارض النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۰۹-۱۱۰/ الاعلام، جلد ۱، صفحہ ۹۹/ الملفوظ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۶

۴۴ اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للھجرۃ، محمد علی مغربی، طبع دوم ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء، مطبوعہ جدہ، جلد ۴، صفحہ ۱۳/ تشنیف الاسماع بشیوخ الاجازۃ و السماع، شیخ محمود سعید ممدوح شافعی، سنہ اشاعت درج نہیں، تاہم ۱۴۰۳ھ کے بعد شائع ہوئی، دار الشباب للطباعۃ قاہرہ، صفحہ ۱۷۰-۱۷۱/ طیبۃ و ذکریات الاحبۃ، احمد امین صالح مرشد مدنی، طبع دوم ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء، مطبوعہ جدہ، صفحہ ۶۷/ اعلام من ارض النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۴۶-۴۹

۴۵ فہرس دار الکتب المصریۃ، طبع اوّل ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء، مطبعہ دار الکتب المصریۃ قاہرہ، جلد ۵، تاریخ، صفحہ ۱۹۷/ الاعلام، جلد ۱، صفحہ ۱۸۳/ ماہ نامہ البیان طرابلس، شام، شمارہ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ، صفحہ ۱۹/ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، مولانا محمد شہاب الدین رضوی، طبع اوّل ۱۹۹۶ء، رضا اکیڈمی بمبئی، صفحہ ۱۰۹

۴۶ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۱۷

۴۷ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۶۲-۶۳

۴۸ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۸۴

۴۹ الملفوظ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۵

۵۰ ''علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام'' میں مدینہ منورہ میں ہونے والے اس مقدمہ کی تفصیلات درج ہیں۔

۵۱ تاریخ علماء بغداد فی القرن الرابع عشر الھجری، شیخ یونس ابراہیم السامرائی، طبع

اوّل ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء، وزارت اوقاف بغداد، صفحہ ۵۳۳۔ ۵۳۴ / روزنامہ البیان دبئی، شمارہ ۸ر دسمبر ۱۹۹۷ء، صفحہ ۲۹، اس اخبار میں عباس بغدادی کی کتاب "بغداد فی العشرینات" قسط وار شائع ہوئی، زیر نظر شمارہ میں دوسری قسط درج ہے۔

۵۲ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۵۲، ۶۴، ۷۰، ۷۲۔ ۷۳

۵۳ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۷۲

۵۴ سیوف المسلمین علی الوھابیۃ المر دودین، مولانا محمد بشیر مدنی، مخطوط

۵۵ الفتوۃ المدراسیۃ، مولانا قاضی مفتی سید محمد عبد الغفار قادری بجنوری، مخطوط

۵۶ الفتوۃ المدنیۃ، شیخ طاہر سنبل فاروقی مدنی، مخطوط

۵۷ مختصر نشر النور، صفحہ ۲۲۵۔۲۲۶ / نظم الدرر، صفحہ ۱۲۵۔۱۲۶ / الاعلام، جلد ۶، صفحہ ۱۷۲

۵۸ طیبۃ و ذکریات الاحبۃ، صفحہ ۱۳۳

۵۹ ابواب تاریخ المدینۃ المنورۃ، علی حافظ مدنی کی کتاب "فصول من تاریخ المدینۃ المنورۃ" کا ملخص اردو ترجمہ، مترجم آل حسن صدیقی، طبع ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۹ء، مطبوعہ جدہ، صفحہ ۳۳۔۳۶

۶۰ مقالہ شیخ یٰسین احمد خیاری مدنی، مخطوط

۶۱ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۶۹

۶۲ ماہنامہ العرب ریاض، شمارہ رمضان ۱۳۸۷ھ، مضمون بعنوان "مع الشیخ ابراھیم الخیاری المدنی فی رحلتہ"، صفحہ ۲۱۹۔ ۲۴۴، قسط اوّل

۶۳ اعلام من ارض النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۹۔۸۰

۶۴ التحفۃ الشماء فی تاریخ العین الزرقاء، شیخ احمد خیاری مدنی، طبع اوّل ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء، مطبوعہ جدہ، صفحہ آخر/ اعلام من ارض النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۸۱۔ ۹۴ / الاعلام، جلد ۱، صفحہ ۲۶۶

۶۵ شیخ محمد بن عبد الوہاب، احمد عبد الغفور عطار، اردو ترجمہ مولوی محمد صادق فیصل آبادی، طبع سوم ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، محمد بن سعود یونی ورسٹی ریاض، صفحہ ۲/۷ / الاعلام، جلد ۶، صفحہ ۱۲۶

۶۶ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۷۷۔۷۸

۶۷ الاعلام، جلد ۲، صفحہ ۲۴۹۔۲۵۰

۶۸ الاعلام، جلد ۴، صفحہ ۲۸۱۔۲۸۲

۶۹ الاعلام، جلد ۴، صفحہ ۸۲

۷۰ الاعلام، جلد ۴، صفحہ ۲۸۲ / مشرق وسطیٰ، شجاعت اللہ صدیقی، طبع اوّل ۱۹۷۱ء، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، صفحہ ۱۱۴

۷۱ محدث الشام العلامۃ السید بدر الدین الحسنی رحمۃ اللہ تعالی علیہ باقلام تلامذتہ و

عارفیہ، جمع وترتیب شیخ محمد بن عبد اللہ الرشید، طبع اوّل ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء، دار الحنان دمشق، مختلف صفحات/ تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری، جلد ا، صفحہ ۴۷۳-۴۹۴/ الاعلام، جلد ۷، صفحہ ۱۵۷-۱۵۸/ تشنیف الاسماع، صفحہ ۱۱۷-۱۲۰

۷۲ شیخ سید ابراہیم عصام الدین ﷫ کے حالات کے لیے دیکھیے: تاریخ علماء دمشق، جلد ا، صفحہ ۳۳۰

۷۳ تاریخ علماء دمشق، جلد ۲، صفحہ ۵۷۶-۵۷۸/ الاعلام، جلد ۷، صفحہ ۸۲-۸۳

۷۴ استحباب القیام عند ذکر ولادتہ علیہ الصلاۃ و السلام، شیخ محمود عطار دمشقی، طبع ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء، مطبوعہ دمشق، حالات مصنف صفحہ ۵-۱۰/ الاعلام، جلد ۷، صفحہ ۱۶۹/ تاریخ علماء دمشق، جلد ۲، صفحہ ۵۹۶-۵۹۹

۷۵ استحباب القیام، ملخصاً

۷۶ تاریخ علماء دمشق، جلد ۲، صفحہ ۵۷۳-۵۷۴

۷۷ ماہ نامہ حقائق دمشق، شمارہ محرم ۱۳۳۰ھ، صفحہ ۲۰۱-۲۱۲

۷۸ نزھۃ الخواطر، جلد ۸، صفحہ ۵۲۲

۷۹ استحباب القیام مع تقریظات، مخطوط، ملخصاً

۸۰ الملفوظ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۶

۸۱ استحباب القیام مع تقریظات، مخطوط، ملخصاً

۸۲ ایضاً

۸۳ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۶۷

۸۴ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۵۱

۸۵ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۶۹

۸۶ تاریخ علماء دمشق، جلد ۲، صفحہ ۷۱۵-۷۱۷

۸۷ الفتوۃ الدمشقیۃ فی الرد علی الطائفۃ الوھابیۃ، شیخ محمد یحییٰ المکتبی حسینی زمّیتا دمشقی، مخطوط، ملخصاً

۸۸ تصدیقات علی الفتوۃ الدمشقیۃ، مخطوط ملخصاً

۸۹ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۶۹

۹۰ تاریخ علماء دمشق، جلد ا، صفحہ ۳۶۳

۹۱ ماہ نامہ حقائق دمشق، شمارہ صفر ۱۳۳۱ھ، مضمون بعنوان "دحض الفضول فی الرد علی من حظر القیام عند ولادۃ الرسول ﷺ"، از قلم شیخ محمد قاسمی الحلاق دمشقی، صفحہ ۶۰-۶۹

۹۲ ماہ نامہ البیان طرابلس، شام، شمارہ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ، صفحہ ۱۷

۹۳ الفتوۃ الجیلانیۃ، شیخ سید احمد جیلانی حموی، مخطوط، ملخصاً

۹۴ فتویٰ مفتی السلط من بلاد الشام، شیخ محمد صالح الرئیس حنفی، مخطوط، ملخصاً

۹۵ فتویٰ مفتی بیروت، مفتیٔ اعظم شیخ مصطفیٰ نجا، مخطوط، ملخصاً

۹۶ ماہ نامہ منار الھدیٰ بیروت، شمارہ جولائی، اگست ۱۹۹۳ء، مضمون بعنوان ''سماحۃ مفتی بیروت الاکبر الشیخ مصطفی نجار حمۃ اللہ علیہ'' از قلم توفیق فاید، صفحہ ۱۵-۱۹ / ماہ نامہ اعلیٰ حضرت، بریلی شمارہ اپریل مئی ۱۹۹۶ء، صفحہ ۱۱۱-۱۱۳ / ماہ نامہ القول السدید لاہور، شمارہ جون ۱۹۹۵ء، صفحہ ۲۰-۲۳ / الاعلام، جلد ۷، صفحہ ۲۴۶

۹۷ تقریظ الشیخ الاجل علام الاکمل الشیخ احمد امام الطابور، مخطوط، ملخصاً

۹۸ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۶۱

۹۹ علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، صفحہ ۸۱

۱۰۰ اعلام الحجاز، جلد ۴، صفحہ ۲۲، ۲۱۳-۲۱۸ / اعلام من ارض النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۵۲

۱۰۱ علامہ احمد فیض آبادی ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء کو ضلع فیض آباد کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم ٹانڈہ کے سکول میں پائی، پھر ۱۳۰۸ھ کو دار العلوم دیو بند میں داخلہ لیا، جہاں سے ۱۳۱۵ھ کو سند فراغت پائی۔ ۱۳۱۶ھ کو والد کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی، جہاں چار سال قیام کے بعد ۱۳۲۰ھ کو واپس ہندوستان آ کر علامہ رشید احمد گنگوہی کی شاگردی اختیار کی اور دو سال قیام کیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران مدینہ منورہ سے ترکی چلے گئے، جہاں سے ۱۳۳۷ھ کو واپس مدینہ منورہ پہنچے اور پھر ۱۳۴۰ھ کو مدرسہ علوم شرعیہ قائم کیا۔ موصوف، مصنف شہاب ثاقب علامہ حسین احمد فیض آبادی کے بڑے بھائی ہیں۔ علامہ احمد فیض آبادی نے ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء کو وفات پائی۔ آپ کے حالات پر آپ کے شاگرد، ماہ نامہ المنہل کے بانی و ایڈیٹر شیخ عبد القدوس انصاری مدنی (متوفی ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء) نے مستقل کتاب لکھی، جو شائع ہو چکی ہے۔ [اعلام الحجاز، جلد ۴، صفحہ ۹-۲۳ / اعلام من ارض النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۳۶-۴۳ / طیبۃ و ذکریات الاحبۃ، صفحہ ۶۱-۶۲]

۱۰۲ شیخ محمد طیب انصاری (۱۲۹۶ھ-۱۳۶۳ھ/ ۱۸۷۹ء-۱۹۴۴ء) مراکش سے ہجرت کر کے ۱۳۲۵ھ کو مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ کی تصنیفات میں عقیدۃ السلف الصالح مطبوعہ مدینہ منورہ ۱۴۰۰ھ، الصلاۃ و المحافظ علیھا، الدلائل الیقینیات فی الفرق بین کرامۃ الاحیاء و الاموات، مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۳۶۰ھ وغیرہ کتب ہیں .... موصوف کی کتاب ''عقیدۃ السلف'' کا اردو ترجمہ محمد غیاث الدین نے کیا جو شاہ اسمٰعیل دہلوی کی 'تقویۃ الایمان'' کے ساتھ یک جا مطابع الرشید مدینہ منورہ سے طبع ہو کر چند سال قبل مفت تقسیم ہوئی۔ [الاعلام، جلد ۶، صفحہ ۱۷۸-۱۷۹ / تقویۃ الایمان وغیرہ مجموعہ کتب، مطبوعہ مدینہ منورہ، سنہ اشاعت درج نہیں]

۱۰۳ اعلام الحجاز، جلد ۴، صفحہ ۱۱-۲۳ / اعلام من ارض النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۳۵-۴۴ / طیبۃ و

ذکریات الاحبۃ، صفحہ ۶۱-۶۲ / ماہ نامہ المنہل، جدہ، شمارہ دسمبر ۱۹۸۸ء، جنوری ۱۹۸۹ء، علامہ حبیب محمود کا مضمون بعنوان "مدرسۃ العلوم الشرعیۃ، صفحہ ۱۴۸-۱۵۰

۱۰۴ شیخ محمد حسین زیدان ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر تعلیم پائی، پھر ۱۳۴۶ھ سے ۱۳۵۸ھ تک مدینہ منورہ کے مدارس میں تدریس کی۔ بعد ازاں مکہ مکرمہ میں وزارت خزانہ و وزارت حج میں ۱۳۷۴ھ تک مختلف عہدوں پر تعینات رہے۔ پھر روز نامہ البلاد جدہ، روز نامہ الندو ۃ مکہ مکرمہ کے ایڈیٹر رہے۔ رابطہ عالم اسلامی قائم ہوا تو اس کے نائب سیکرٹری جنرل بنائے گئے، بیس کے قریب کتب تصنیف کیں، مملکت سعودی عرب کے بانی شاہ عبد العزیز آل سعود سے خصوصی لگاؤ تھا، ان کی شخصیت پر ایک کتاب لکھی اور شاہ عبد العزیز ریسرچ اکیڈمی ریاض کے رکن رہے۔ ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء کو وفات پائی۔

[اعلام الحجاز، جلد ۴، صفحہ ۲۱۹-۲۳۰]

۱۰۵ ماہ نامہ المنہل جدہ، شمارہ دسمبر ۱۹۸۸ء، شیخ محمد حسین زیدان کا مضمون بعنوان "اسلوب التدریس فی المسجد النبوی الشریف"، صفحہ ۵۸

۱۰۶ شیخ عبد القادر طرابلسی مدنی الاوّل کے حالات کے لیے دیکھیے:

الاعلام، جلد ۴، صفحہ ۳۹

۱۰۷ شیخ عبد القادر طرابلسی مدنی الثانی کے حالات کے لیے دیکھیے:

الملفوظ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۶ / الاعلام، جلد ۴، صفحہ ۳۸ / اعلام من ارض النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۳۹-۱۴۸ / تشنیف الاسماع، صفحہ ۳۱۷-۳۱۸ / الدلیل المشیر، صفحہ ۱۸۴-۱۸۹

۱۰۸ معجم ما الف عن رسول اللہ ﷺ، ڈاکٹر صلاح الدین المنجد، طبع اوّل ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء، دار الکتاب العربی بیروت، صفحہ ۲۰-۳۶